حالاتِ زِ ا گی

جہادِ شاملی ۱۸۵۷ء کے & مور مجاہد اور شہید راہ حق

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ

فاروقی ، چشتی ، حنفی ، تھانوی

)ت یب و|پیش کش

سید نجم الحسن تھانوی

ناشر

ادار& لیفات اشرفیہ تھانہ بھون (شاملی)

تفصیلات

نام کتاب:.......................حالات زندگی حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ

مرتب:.......................مولانا سید نجم الحسن تھانوی مظاہری

طبع اوّل: .... گیارہ سو(۱۱۰۰)

زیراہتمام:....................... محمد علی خزیمہ تھانوی

کمپوزنگ: .... سلیم احمد دھانوی مظاہر علوم سہارنپور

ناشر:.......................ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون (شاملی)

۲۴۷۷۷۷

ملنے کے پتے:

کتب خانہ امداد الغرباء محلّہ مفتی سہارنپور

شمشیر بکڈ پو دیو بند

زم زم بکڈ پو دیو بند

ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون (شاملی)

IDARA TALIFAT .E. ASHRAFIA

THANABHAWAN

247777

SHAMLI

MO. 9358612332

حرف آغاز

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کا ذکر خیر اکابر دیوبند کے یہاں تواتر کی حیثیت رکھتا ہے، آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ کے ہمعصر اور رفیقوں میں سے تھے، ان تینوں حضرات کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے تینوں کا خاندان بھی ایک ہی ہے، آپس میں قرابتیں بھی تھیں، اور تینوں حضرات حضرت میانجی نور محمد جھنجھانوی کے خلفاء راشدین تھے، تھانہ بھون کی خانقاہ واقع مسجد ''پیر محمد'' میں جمع رہتے اور اقطاب ثلثہ کے نام سے معروف تھے، یہ جگہ اس وقت دکّان معرفت کہلاتی تھی، جو برصغیر کی عظیم خانقاہ تھی۔

۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء میں حضرت میانجی نور محمد صاحب کا ۵۹ سال کی عمر میں وصال ہو گیا، اور یہ تینوں پیر بھائی مسند ارشاد پر بیٹھے اور علوم ظاہری و باطنی کے فیوض و برکات سے خواص و عوام کو فیض رسانی میں مشغول ہو گئے، اور اپنے پرتو انوار سے ایک عالم کو منور کرنے لگے۔

علمائے دیوبند کے اساسی اکابر جیسے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ، حکیم ضیاء الدین رامپوریؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا منیر احمدؒ، مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ اور بہت سے علماء و مشائخ نے ایک عرصہ اس خانقاہ میں رہ کر ظاہر و باطن کی اصلاح و تربیت اور تصوف و سلوک کا عرفان حاصل کیا اس وقت تو اس میں علوم و معرفت کی ایسی شمع روشن ہوئی کہ اس کی روشنی سے عالم کا عالم منور اور ضیا بار رہے۔

احوال وکوائف:

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے حالات بہت کم دستیاب ہیں۔

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب فریدیؒ حج کو تشریف لے گئے تو انھوں نے مدرسہ صولتیہ کے کتب خانہ سے ایک مختصر قلمی رسالہ ''مونس مہجوراں'' دریافت کیا جس میں حکیم ضیاء الدین رامپوریؒ نے ۱۸۵۷ء کے واقعات میں حافظ صاحب کی شہادت اور ان کا ''جہاد حریت'' بیان کیا ہے، یہ رسالہ انہوں نے کسی طرح حاجی صاحبؒ کے ملاحظہ کے لئے مکہ معظّمہ بھیجا تھا حکیم ضیاء الدینؒ رامپور منہاران کے مشہور بزرگ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے دوستوں میں سے ہیں اور حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے مخلص وجاں نثار مرید و معتقد۔

حافظ صاحب نے بمشکل حاجی صاحب کی سفارش پر حکیم صاحب کو بیعت کیا تھا ورنہ حضرت نانوتویؒ کی طرح کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔

مونس مہجوراں میں اگرچہ سوانح حیات کم ہے مگر اتنے حالات بھی کسی دوسری جگہ ملنا مشکل ہیں، کراماتِ پیر و مرشد کا بھی ایک باب ہے، تاریخ ہائے شہادت بھی درج ہے، حضرت نانوتویؒ کے لکھے ہوئے مرثیہ کے علاوہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا لکھا ہوا سراپائے حافظ صاحب بھی ہے، اگرچہ یہ سب قیمتی اور نادر سرمایہ ہے مگر حافظ صاحب شہیدؒ کا سن پیدائش، آپ کے ابتدائی حالات، تعلیمی کیفیات اولاد حتیٰ کہ سنین عمر تک اس میں موجود نہیں ہے۔ (رسالہ تذکرہ دیوبند)

اس رسالے میں مندرجہ حالات کے علاوہ حضرت حافظ صاحب شہیدؒ کے کچھ تھوڑے بہت حالات ملتے ہیں تو وہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حالات کے ضمن میں یا امیر الروایات حضرت مولانا تھانویؒ کے ملفوظات میں مل جاتے ہیں، مثلاً یہ کہ وہ شیخ طریقت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ کے ارشد خلفاء میں سے تھے، شاملی کے معرکہ جہاد ۱۸۵۷ء میں شہید ہوئے، مزاج میں

حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ بعد میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے، ۲۸ر رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ کو انتقال فرمایا: ''اناللہ وانا الیہ راجعون''

اخفاء حال اور ظرافت کا مادہ تھا، خانقاہ تھانہ بھون جو مسجد پیر محمدؒ میں واقع ہے اور ایک وقت میں وہ ''دکانِ معرفت'' کہلاتی تھی، وہاں حضرت حاجی صاحب، حضرت حافظ صاحب اور حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمہم اللہ یہ تینوں بزرگ ایک وقت میں جمع رہتے تھے، حافظ صاحب شہیدؒ کو حقہ نوشی کا شوق تھا، خانقاہ کے باہر کبھی حقہ نوش فرماتے ہوتے کوئی ملاقات کے لئے آتا تو ظرافتِ طبع کی رو سے فرمایا کرتے بھائی اگر بیعت ہونا ہے تو حاجی صاحبؒ کے پاس جاؤ، وہ اندر بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہے تو مولانا شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو اور حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ۔

۱۸۵۷ء کے معرکہ جہاد کا حال اور پیر و مرشد کا واقعہ شہادت حکیم محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مصلحتاً بہت ہی مجمل اور مختصر طور پر لکھا ہے، بہتر ہوتا کہ حکیم صاحب ۱۸۵۷ء کے معرکہ کو ذرا تفصیل سے لکھتے، مگر اس زمانے کی مجبوری کا آج کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

پیدائش اور عمر بوقت شہادت

حضرت حافظ محمد ضامنؒ کا اصلی وطن تھانہ بھون (شاملی) ہے، آپ نہایت متواضع صاحب فضل و کمال، صاحب کشف و کرامات، اور صاحب نسبت ولی کامل تھے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج تھے۔

آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں لیکن آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانوی سے چند سال بڑے تھے۔

حضرت حاجی صاحب کا سن پیدائش ۱۲۳۲ھ ہے اور مولانا شیخ محمد صاحب کا ۱۲۳۰ھ ہے، اندازہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کی پیدائش ۱۲۲۵ھ سے ۱۲۳۰ھ کے درمیان ہوئی ہوگی، اس طرح آپ کی عمر بوقت شہادت ۴۴-۴۵ سال رہی ہوگی۔

اولاد

حضرت حافظ محمد یوسفؒ حضرت حافظ صاحبؒ کے صاحبزادے تھے، ابتداء میں الور میں ملازم تھے اور ریاست بھوپال میں تحصیل دار بھی رہے، نہایت ظریف، خوش طبع اور صاحب تصرف وکشف وکرامات بزرگ تھے، سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ نے ''ضیاء القلوب'' ان ہی کی فرمائش پر لکھی تھی، ان کے دو صاحبزادے تھے، (۱) میاں محمد تحصلیدار ریاست بھوپال (۲) منشی رفیق احمد صاحب کلرک دارالعلوم دیوبند۔

تعلیم

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ حضرت حاجی صاحب کی طرح منتہی عالم تو نہ تھے لیکن عشق ومحبت اور معرفت الٰہی کی جو دولت آپ کو حاصل تھی اس کی وجہ سے بڑے بڑے علماء آپ کے معتقد اور قدرداں تھے، آپ کے ہم عصروں میں جس مستند عالم کا نشان ملتا ہے وہ مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ تھے، حاجی صاحب روحانی اعتبار سے ان تینوں میں نمایاں تھے، جناب انوارالحق صاحب شیرکوٹی فرماتے ہیں کہ بعض شخصیتیں ایک ہی بات سے مشہور ہو جاتی ہیں اور ان کی باقی خوبیاں دب جاتی ہیں...... حافظ صاحب کی خوبی ان کی تمام فضیلتوں پر غالب آگئی، (حیات امداد)

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی نے جو حافظ صاحب کی منقبت میں اشعار لکھے ہیں ان کا ایک مصرعہ یہ ہے ؎

عالم وزاہد ولی اہل مقام

حلیہ مبارک حافظ صاحب شہیدؒ

آپ کا حلیہ مبارک حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے اپنی طویل نظم میں بیان

فرمایا ہے اس کے کچھ منتخب اشعار یہ ہیں:

صورت وسیرت میں وہ سب نبیہ — حضرت فاروقؓ کی بالکل شبیہ
قامت موزوں ہے جو طوبیٰ مثال — اس کی صفت ہوگئی لکھنی محال
قد متوسط ہے نہ کوتہ، نہ دراز — سامنے جس کے کرے طوبیٰ نیاز
چہرۂ پرنور میں یوں ہے دمک — نور تجلی کی ہو جیسے چمک
سرخی چشم اس کی جو یاد آئے ہے — آنکھوں سے یہاں خوں ہی بہہ جائے ہے
ایسی فصاحت سے وہ کرتے کلام — جس کے ہوں الفاظ، لطیفہ تمام
چہرے پہ چیچک کے جو دیکھو نشان — قطرۂ شبنم گل تر پہ عیاں

اس کے دو شعر یہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے داڑھی اور سینہ کے بال اس وقت بالکل سیاہ تھے..... لکھتے ہیں:

ان کے محاسن میں یوں چمکے عذار — شعلے کی جوں دودِ سیہ میں بہار
سینے پہ کچھ بال سیہ ہیں نمود — ہیں یہ اسی آتش سوزاں کے دود

یعنی حافظ صاحب کے رخسار، محاسن (داڑھی) میں اس طرح چمکتے تھے جس طرح سیاہ دھوئیں میں شعلہ چمکتا ہے اور سینے پر کچھ بال تھے اور وہ بھی سیاہ تھے جو سوزِ عشق الٰہی کے باعث دھوئیں کے بجائے بال بن گئے تھے۔

اس سراپا میں سو سے زائد شعر ہیں ان سے اخذ کی ہوئی چند باتیں درج ذیل ہیں:

(۱)...... حضرت حافظ صاحبؒ بوقت شہادت جوان تھے، داڑھی کے بال سیاہ تھے۔

(۲)...... آپ خوش رو بارعب اور گورے چٹے تھے۔

(۳)...... چیچک کے کچھ نشان آپ کے چہرہ پر تھے، جو بہت خوش نما معلوم ہوتے تھے۔

(۴)...... آپ کی آنکھیں بادۂ معرفت کے نشے سے مخمور اور سرخ رہتی تھیں۔

(۵)...... آپ سر منڈواتے تھے اس سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت پر عمل پیرا تھے۔

(۶)......گردن بلند تھی، (۷)......سینہ پر سیاہ بال تھے۔
(۸)......بھویں آپس میں پیوستہ نہ تھیں بلکہ کشادہ تھیں۔
(۹)......قد وقامت متوسط اور نہایت موزوں تھا۔
(۱۰) چہرے پر تبسم کی کیفیت نمایاں رہتی تھی۔

عادات وخصائل

حکیم صاحب آپ کے اخلاق وعادت کے متعلق ''مونس مہجوراں'' میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس ذات عالی کو کیا بے نظیر پیدا کیا تھا کہ کچھ کہا نہیں جاتا اور بایں صورت وشانِ باکمال ایسے بے ساختہ اور بے تکلف تھے کہ تصنع کا گمان بھی نہ آتا تھا اور ظاہر وباطن وہ صاف معاملہ تھا کہ ریا کی بو باس نہ تھی اور ہر ایک یہ جانتا تھا کہ مجھ سے نہایت محبت رکھتے ہیں، ہیبت حق چہرۂ پُر نور سے ایسی عیاں تھی کہ ہر ایک دفعتاً آنکھ نہ ملا سکتا تھا اور مردم شناسی کا یہ ملکہ تھا کہ کبھی خطاء نہ ہوتی تھی اور جیسا جسکو دیکھتے ویسے اس سے کلام فرمایا کرتے تھے، غرض کسی حال میں افراط وتفریط نہ تھی اور باوصف خانہ داری اور اہل وعیال کے نہایت آزاد اور مستغنی رہتے تھے، گویا فکر دنیا پاس بھی نہ آیا تھا دانائے عصر اور علماء زمانہ ہر ایک مخلص ومنقاد تھا، نادان ومنافق سے کچھ باک نہ تھا، ہر وقت عشق الٰہی میں مست وسرشار رہتے تھے، دل کی کیفیت چہرۂ مبارک پر معلوم ہوا کرتی تھی، آنکھیں ہر وقت سرخ رہتی تھیں، محبت الٰہی کا صورت شریف پر ہر آن ظہور تھا۔ (مونس مہجوران)

جہاد شاملی اور اس کا پس منظر

مئی ۱۸۵۷ء میں میرٹھ سے جو جنگ کا آغاز ہوا تھا ہندوستان کی تاریخ میں اس کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے، ملک کے مختلف حصوں میں بغاوت کے شرارے ایک ساتھ بھڑک اٹھے، اور انگریزوں کے خلاف لڑائی بڑے منظّم طریقے سے شروع کی گئی ادھر ضلع مظفر نگر اور سہارنپور بھی اس کی لپیٹ میں آگئے، یہ دور اپنی نوعیت کا نہایت طلاطم خیز اور فتنہ آشوب دور تھا، انگریز رفتہ رفتہ ملک پر قابض ہو چکا تھا، ہر جگہ بدامنی تھی مسلمانوں کا منصوبہ یہ تھا کہ انگریزوں کے ہندوستان میں

قدم جمنے نہ دیئے جائیں اور جہاں جم گئے وہاں سے اکھاڑ دیئے جائیں۔

انگریز ملک میں نفرت کی فضا پیدا کر رہے تھے پادری لوگ ہی نہیں حکام بھی ...... بلکہ پورا یورپ یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے تمام لوگوں کو عیسائی بنالیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے بغاوت سے نجات مل جائے، اس پرآشوب زمانے میں حضرت حاجی امداللہ صاحبؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اوران کے رفقاء نے علم جہاد بلند کرنے کی تجویز پاس کی اوراعلیٰ حضرت مرشد برحق حضرت حاجی صاحب کو امیرالمؤمنین اور تھانہ بھون کو مرکز قرار دیکر سب سے پہلے حضرت نانوتوی حضرت گنگوہی اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے بیعت جہاد کی اور پھر پوری جماعت نے جہاد کے لئے عہد کیا۔

اس وقت انگریز بوکھلائے ہوئے تھےاور شمالی ہند کی تحریک آزادی کو دبانے کے لئے جگہ جگہ فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں، شاملی ان دنوں انگریزوں کا فوجی مرکزی مقام بھی تھااور یہاں کی تحصیل میں حکومت کا خزانہ، توپ خانہ اوراسلحہ بھی موجود تھا۔

حضرت حاجی صاحب نے زمام کار سنبھالی اور انگریزی استعمار کے خلاف بغاوت کا اعلان اوران کے تسلط کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا تو علماء اورعوام عملی طور پر ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوکر ہزاروں کی تعداد میں تھانہ بھون کے اندر جمع ہوگئے، جہاد میں حصہ لیااور سربکف میدان میں اتر پڑے۔

اورحضرت حاجی صاحب کی قیادت میں نہایت بہادری کے ساتھ جم کر مردانہ وار مقابلہ ہوا اورخوب داد شجاعت حاصل کی۔

مجاہدین اسلام نے علماء کی قیادت میں تحصیل کو نشانہ بنایا فوجی ٹھکانوں پر چھاپہ مارا شدید حملے کئے ثابت قدمی اور جوش جہاد کے ساتھ آگے بڑھتے گئے مجاہدوں کے جوش اورپے درپے حملوں کا انگریزی فوج مقابلہ نہ کرسکی اوروہ پسپا ہوکر قلعہ بند ہوگئی، تحصیل کی عمارت جوایک قلعہ کی شکل کی تھی اب انگریزوں کے لئے جنگی قلعہ کا کام دے رہی تھی، مجاہدین کھلے میدان میں تھے تحصیل کا صدر دروازہ بند کردیا گیا اور دیواروں میں سوراخ کرکے یا دیواروں کی آڑ لے کر

مجاہدین پر گولیاں برسائی جارہی تھیں اس لئے دوروز کی لڑائی میں ان کا جانی نقصان بہت ہوا، تیسرے روز حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے کسی طرح وہ دروازہ توڑ دیا۔

اس کے بعد مجاہدین میں نیا جوش وولولہ پیدا ہوگیا اور وہ اندر گھس گئے، کئی گھنٹہ تک میدان کارزار گرم رہا انہوں نے سینکڑوں انگریزوں کو تہ تیغ کیا، اور خود ان کے جوانوں نے بھی جام شہادت نوش کیا انگریز فوج زیادہ بھی تھی اور مسلح بھی اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ گولیاں چلانا اور گولے داغنا شروع کردیئے، اس میں ایک گولی حضرت حافظ ضامن صاحب کی ناف کے نیچے لگی یہ ۲۴ رمحرم الحرام ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۴ رستمبر ۱۸۵۷ء پیر کا دن اور ظہر کا وقت تھا۔ اسی وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

سمجھا گیا کہ شاید حضرت کی کنپٹی پر گولی لگی ہے اور دماغ پار کر کے نکل گئی ہے، حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کیا ہوا میاں! عمامہ اتار کر سر جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ پایا تعجب یہ تھا کہ خون سے تمام کپڑے تر تھے، جنگ جاری تھی حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو پہلے ہی وصیت فرمادی تھی کہ میاں رشید! جب میرا دم نکلے اس وقت آپ میرے پاس ضرور ہونا، تھوڑی دیر گذری تھی کہ حافظ صاحبؒ زمین پر گر پڑے گولی کاری لگی تھی خون کا فوارہ بہنا شروع ہوگیا حضرت گنگوہیؒ نے لپک کر حافظ محمد ضامن صاحب کو کاندھے پر اٹھالیا اور قریب کی مسجد میں لے آئے اور حافظ صاحب کا سر اپنے زانوں پر رکھ کر تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوگئے، آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اسی عالم میں یہ شہید الفت اپنے محبوب حقیقی سے جاملا، جس سے ملنے کے لئے بے حد بے چین تھا...... انا للہ وانا الیہ راجعون.

حضرت گنگوہیؒ آپ کی نعش اٹھا کر دشمن کی نظر سے بچتے ہوئے ۱۸ رکلومیٹر پیدل جنگل کے راستے شاملی سے تھانہ بھون لے آئے اور راتوں رات تدفین عمل میں آئی۔

نعش مبارک سے عطر خس اور گلاب کی خوشبو

مؤلف ''مونس مہجوراں'' جیسے ثقہ راوی کا یہ بیان بھی ہے جس وقت نعش مبارک لینے آئے

جسم شریف سے عطر خس اور گلاب کی خوشبو آتی تھی، اس نالائق (مؤلف) کا دماغ اس خوشبو سے مشرف و معطر ہوا اور حاضرین نے بھی تصدیق کی۔

حوریں پیالے لئے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں

شہادت سے پہلے آپ کو شہادت کا کشف ہو چکا تھا، جیسا کہ اپنے مرید باصفا حکیم ضیاء الدین صاحب کو بذریعہ مکتوب جلد ملنے کی ہدایت فرمائی تھی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو بوقت شہادت پاس رہنے کی وصیت فرمائی تھی حکیم ضیاء الدینؒ نے مونس مہجوراں میں لکھا ہے کہ شہادت کے سال حافظ صاحب اس طرح فرمایا کرتے تھے ''دیکھو حوریں پیالے لیے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں جس کا جی چاہے لے لیوے ان ایام میں حضرت پیر مرشد (حافظ صاحب) ولولہ محبت الٰہی میں ایسے مست ومخمور ہوئے تھے (کہ) اکثر ذکر شہادت برزبان تھا اور بہت باتیں اسرار کی کہہ اٹھتے تھے، سر حال (اخفائے حال) کا چنداں لحاظ نہ رہا تھا اور جو کوئی مستدعی بیعت ہوتا تھا برخلاف عادت فوراً بیعت کر لیتے تھے''

حالانکہ اس سے پہلے حافظ صاحب اخفائے حال اور مرید نہ کرنے پر مستقل مزاج نظر آتے ہیں۔

شہادت سے پہلے

شہادت سے آٹھ دس روز پہلے ایک خط فارسی زبان میں حافظ صاحبؒ نے اپنے مرید حکیم صاحب کو لکھا جس کا ترجمہ حکیم صاحب نے مونس مہجوراں میں حسب ذیل لکھا ہے: ''برادر دینی حکیم محمد ضیاء الدین سلمہ اللہ تعالی بعد سلام واضح رائے ہو کہ تمہاری تحریر کے موافق دل میرا متمنی ملاقات ہوا، لازم کہ بفور مطالعہ اس خط کے اپنے تئیں یہاں پہنچاؤ ایسا نہ ہو کہ توقف میں حسرت ملاقات کی دل میں رہ جائے عاقل کو اشارہ کافی ہے، باقی حال بروقت بیان کیا جائیگا'' فقط والسلام

اس تحریر سے ثابت ہے کہ آپ کو اپنی شہادت کا حال معلوم ہو گیا تھا۔

شہادت کا دولہا

شہید ہو کے مزے عمر جاوداں کے لئے

میدان شہادت میں جانے سے پہلے آپ نے جو زیب وزینت کی اس کا نقشہ حکیم صاحب نے اس طرح کھینچا ہے "جس وقت ارادہ معرکہ کا کیا غسل فرما کر سب لباس نیا زیب بدن شریف فرمایا اور یہ لباس بہت روز پیشتر سے رکھ چھوڑا تھا حالانکہ ان کے بعد کے کپڑے بنائے ہوئے استعمال فرمائے اور وہ لباس اس دن کام آیا، نعلین شریفین کچھ بوسیدہ نہ تھیں مگر وہ بھی نئی منگوا کر زیب پا کیں اور یہاں تلک سامان لباس وغیرہ کا اہتمام کیا تھا کہ خوشبو ملی اور سرمہ لگایا، دستار پیچدار، سپاہیانہ وضع، شمشیر لے کر شربت دیدار کی تمنا میں علم جوانمردی اٹھا کر مردانہ اور مشتاقانہ برسر معرکہ جاں بحق تسلیم فرمائی" جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

درکوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

(مونس مہجوراں)

اللہ اللہ حافظ صاحب کو شوق شہادت کا جذبہ کس شان سے ان کو مقتل کی طرف کھینچ رہا تھا اور آپ کو یقین تھا کہ مجھے آج شہادت کا جام پینا ہے اس لیے عید کی طرح خوشیاں مناتے ہوئے یہ دولہا شہید ہوا۔

تاریخ شہادت:

آپ نے ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ء کو پیر کے دن ظہر کے وقت شربت شہادت نوش جان فرمایا، آپ کی وفات وشہادت پر جو تاریخیں کہی گئی ہیں یہ ہیں:

(۱)......مؤلف رسالہ "حکیم ضیاء الدین" کے بھائی محمد علاء الدین صاحب رام پوری نے "شہادت مرشد ہادی" ۱۲۷۴ھ تاریخ شہادت نکالی۔

(۲)......مرزا غالب کے شاگرد اور حمد باری کے مصنف مولوی عبدالسمیع صاحب بیدل رام پوری (منہاران) نے یہ قطعہ لکھا جس سے معرکہ جہاد پر بھی تھوڑی سی روشنی پڑتی ہے۔

شہید ہوگئے ضامن علی پاک نہاد | جواب جن کا نہ تھا کوئی نسل آدم میں
ہوئے شہید مگر اِک تماشہ دکھلاکر | لہولہان کیا دشمنوں کو اِک دم میں
نہ چھوڑی نام کو گردن کہیں نصاریٰ کی | گلو بریدہ ہے سکہ بھی ان کا درہم میں
جو مارے تیر تو لگتے ہی جالیا گوشہ | ہزاروں کا فربد کیش نے جہنم میں
خدا کو پیارے ہوئے آخرش شہید ہوئے | نہ دل میں تاب ہے باقی نہ کچھ تواں ہم میں
جو پوچھا سن شہادت کہا فلک نے کہ ہائے | ہوئے شہید وہ شاہِ جری محرم میں (۱۲۷۴ھ)

دوسری تاریخ بیدل صاحب نے یوں نکالی:

بیدل آں وقت کہ حافظ ضامن | رفت وآراست بہ جنت مسند
شاد رضواں شد وگفت ایں تاریخ | حافظ مصحف ایزد آمد (۱۲۷۴ھ)

میانجی عبدالغفور کوئی بزرگ اس وقت ہوں گے انہوں نے یہ تاریخ نکالی:

حوریں سب مل کر کے بولیں واہ واہ | پیر کے دن خلد میں پیر آگئے (۱۲۷۴ھ)

اسی طرح ملا زین العابدین پشاوری کوئی بزرگ تھے انھوں نے دو تاریخیں کہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

شہ بہشت بریں بود نیز از پئے سال | بفالِ طرفہ برآمد شہ بہشت بریں (۱۲۷۴ھ)

ان کے علاوہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے منظوم خراج عقیدت اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے طویل نظم میں آپ کا سراپا لکھا ہے جس سے آپ کا کمال مرتبت ظاہر ہے وہ سب کی نظروں میں اور سب کے دلوں میں محبوب تھے ان کی شہادت کا سب کو بیحد غم ہوا اور جس قدر احباب کو غم ہوا اسی قدر ان کو اپنی شہادت کی خوشی ہوئی۔

ابتدائے سلوک کے کچھ واقعات:

اس زمانے میں لوگوں میں روحانیت کا شغل خوب خوب تھا، حاجی صاحب کی طرح حافظ

صاحب نے حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔

شروع میں جب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب حضرت میانجی نور محمد صاحب سے بیعت ہونے کے لئے گئے تو آپ نے حافظ صاحب کو بیعت کرنے سے انکار فرمایا......آپ کو انکار مقصود نہ تھا بلکہ دیکھنا یہ تھا کہ طلب وخواہش کتنی ہے؟ انکار کے بعد حافظ صاحب نے حضرت میاں جی نور محمد صاحب کے پاس جانا بند نہیں کیا بلکہ برابر تشریف لے جاتے رہے، بولتے کچھ نہیں تھے، خاموش جا کر بیٹھ جاتے تھے، جب دو تین مہینے آتے جاتے گزر گئے تو ایک دن حضرت میاں جی نور محمد صاحب نے حافظ صاحب سے پوچھا کیا اب بھی تمہارا وہی خیال ہے یعنی بیعت ہونا چاہتے ہو؟ حافظ صاحب نے عرض کیا میں اسی خیال سے آرہا ہوں مگر خلاف ادب ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کہتا تھا اور نہ اصرار کرتا ہوں اس پر حضرت میاں جی صاحب نے خوش ہوکر فرمایا: اچھا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر آؤ۔ (ارواح ثلاثہ ص:۲۰۴)

حکیم صاحب اپنے پیر ومرشد کے ابتدائے سلوک کے واقعات اس طرح بیان فرماتے ہیں، وقت عصر حضرت میاں جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم آیت کریمہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ ختم کرلو، حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد عصر آیت کریمہ شروع فرمائی اور اگلی عصر تک ختم فرما کر اسی جگہ سے اٹھے اور اس ایک رات دن میں بجز حاجت بشری یا نماز وغیرہ ضروریات کے کوئی اور کام نہیں کیا۔

جب بھی حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر واشغال تلقین فرمائے آپ نے اسی ہمت اور استقامت کے ساتھ انجام کو پہنچائے سوائے اور اشغال کے چند روز میں حبس دم کی یہ مشق حاصل فرمائی تھی کہ ایک دن ذکر نفی واثبات بعد شرائط پانچ سو مرتبہ تک پہنچا کر چھوڑ دیا، زیادہ حاجت نہ ہوئی ورنہ خدا جانے کہاں تک کثرت فرماتے اور کئی سال تک صرف آدھ پاؤ کے بقدر کھانا نوش جان فرمایا کرتے تھے اور قلب شیخ کے ساتھ اس قدر ربط پیدا کرلیا تھا کہ بالکل محو اور فنافی الشیخ ہو گئے تھے، ۱۵ر شعبان (شب برأت) سے آخر رمضان شریف تک ڈیڑھ مہینے تمام

شب مشغول رہتے تھے، شب کو لیٹنا سونا بالکل موقوف کر دیتے، چند روز میں کمالِ جذب کے ساتھ میدان سلوک طے فرمایا اور اس قدر کمال توحید اور وسعت حاصل ہوئی کہ خارج از بیان ہے، اس وقت میں تمام درویش اہل حال فنِ تصوف میں آپ کو پیشوا سمجھتے اور عام وخاص دریافت حال ومقام میں حیران تھے۔

حصول سلوک کی ابتدائی منزلوں میں حافظ صاحب کا مقام

''مشائخ دیوبند'' کے مصنف (نور محمدی) کے حوالہ سے حضرت حافظ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضرت میانجیو علوی جھنجھانویؒ کے ایک دوست دہلی میں رہتے تھے، یہ دونوں حضرات سال بھر میں ایک دوسرے سے ملتے تھے یعنی کبھی میانجیو صاحب ان سے ملنے جاتے تھے، کبھی وہ خود میانجیو صاحب سے ملنے آتے تھے...... ایک بار حضرت (میاں جیو صاحب) ان سے ملنے دہلی تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ حافظ ضامن صاحب بھی تھے، ملاقات کے بعد ان دوست صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہو امسال کتنے تیار کیے۔

فرمایا یہاں تو یہی ایک ہیں، انہوں نے کہا جا میرے یار مدرسے میں بھی (تعلیم میں) پھسڈی تھا اور اب بھی ہے، دیکھو یہاں تو اس سال بیس تیار کیے ہیں، حضرت حافظ صاحب کو اپنے مرشد کے متعلق یہ توہین آمیز الفاظ ناگوار گزرے اور آپ جامع مسجد کی حوض پر وضو کرنے بیٹھ گئے، ابھی داہنا پاؤں ہی دھو رہے تھے کہ حضرت کے ان دوست کو گھبراہٹ محسوس ہوئی تو حضرت میاں جیو صاحب نے فرمایا: گھبراؤ نہیں ہم اپنے باؤلے کو خود سنبھال لیں گے اور بایاں پاؤں بغیر دھوئے ہوئے حضرت میانجیو صاحب نے حضرت حافظ صاحب کو بلایا، حافظ صاحب امتثال حکم کے طور پر وضو نا تمام چھوڑ کر حاضر ہوئے اور ان بیس والے صاحب سے فرمایا کہ آپ کے بیسوں تو کورے ہیں کیونکہ حافظ صاحب نے ان بیسوں کی نسبت سلب کر لی تھی...... (مشائخ دیوبند، ص: ۸۲و۸۳)

نسبت کا سلب کرنا تو ولیوں کی باتیں ہیں وہی ان رموز کو خوب پہچانتے ہیں تاہم کسی سے اس کا منصب چھین لینا جبکہ اس پر کوئی اور بالا دست حاکم ہو، عقلاً مسلم ہے یہی کچھ روحانی طاقت حافظ محمد ضامن صاحب میں پیدا ہو گئی تھی جوان کی منزل سلوک کا پتہ دیتی ہے۔

اجازت بیعت و تلقین:

حضرت حافظ صاحبؒ عرصہ دراز تک حضرت میاں جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور فیوضات سے مالا مال ہوئے، چنانچہ حضرت میاں جی قدس سرہ نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت حافظ صاحبؒ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا جیسا کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے حضرت میاں جی نور محمد صاحب بعد نماز جمعہ وصیت کرنے لگے جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے، آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے، ارشاد ہوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں، ان کو میرا قائم مقام سمجھو خصوصاً حافظ محمد ضامن صاحب کو، حضرت پیرو مرشد نے مجمع عام میں بالتصریح خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا، البتہ خاص لوگوں سے بالتصریح یہ بھی فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں کو اجازت دی، اس کے بعد حضرت بیمار ہو گئے فرمایا کہ مجھے میرے وطن جھنجھانہ لے چلو، جب آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور مسجد کے پاس میانہ رکھوایا میں بھی حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ تم مجرد تھے اور حضرت حافظ محمد ضامن و مولوی شیخ محمد عیالدار، میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا، مشیت باری سے چارہ نہیں، عمر نے وفا نہ کی، جب حضرت نے یہ فقرہ فرمایا میں چارپائی کی پٹی پکڑ کر رونے لگا۔

حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی میں میری ذات سے ہوتا تھا

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حیات میں اٹھایا تھا۔ (شمائم امدادیہ ص:۱۷۰)

پیر و مرشد سے محبت:

حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کو اپنے شیخ سے اتنی محبت تھی کہ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جوتا بغل میں لے کر اور توبرہ (وہ تھیلا جس میں گھوڑے کو دانہ کھلایا جاتا ہے) گردن میں ڈال کر جھنجھانہ شریف جاتے تھے، ان کے صاحبزادہ کی سسرال بھی وہیں تھی، لوگوں نے کہا کہ اس حالت میں جانا مناسب نہیں، وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ ڈالیں فرمایا رشتے کی ایسی تیسی! میں جانے میں اپنی یہ سعادت ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ (ارواحِ ثلاثہ، ص:۲۴۶)

حضرت حافظ صاحب حضرت مہاجر مکّی کی نظر میں:

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ اپنے خواجہ تاش حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

عالم و زاہد ولی اہل مقام — متقی و پارسا ونیک نام
یعنی ہیں حافظ محمد ضامنؒ اب — فیض کی طالب ہے جن سے خلق سب

(مجموعہ کلیات امدادیہ ص۱۴۰)

سلوک میں ترقی:

آپ کی روحانی حالت نے بعد ازاں بہت ترقی کی حتیٰ کہ جب آپ کے پیر و مرشد میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی کا انتقال ہوگیا تو حاجی امداد اللہ صاحب جو آپ کے پیر بھائی تھے ان کی روحانی تربیت کو حافظ محمد ضامن صاحب نے معراج کمال پر پہنچایا۔

مولانا شیخ محمد محدث تھانوی کا حافظ صاحب سے کسب روحانیت:

مولانا شیخ محمد تھانویؒ جو اپنے زمانے کے جید عالم اور زبردست صاحب نسبت تھے، انہوں

نے تعلیم کے بعد سب سے پہلے حافظ محمد ضامن صاحب شہید جو مولانا کے رشتے کے ماموں ہوتے تھے اور ہم عمر تھے، روحانی فیض حاصل کیا اور بعد ازاں میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ سے بیعت کی۔

اخفائے حال:

حضرت حافظ صاحب شہیدؒ اپنے حال کو بہت چھپاتے تھے، مرید با اخلاص نے اس صفت کا یوں ذکر کیا ہے: پیر و مرشد کو باوصف اس جاہ وجلال کے ستر حال کا بہت خیال تھا، آزادانہ وضع رکھتے تھے اور بہت کم مرید فرمایا کرتے تھے، حکیم ضیاء الدین صاحب مونس مہجوراں میں لکھتے ہیں:

''ابتدائے حال میں حضرت حافظ صاحب کو قمریوں سے شوق تھا، ایک روز بعد کھانا کھانے کے ایک روٹی قمریوں کے لئے لائے جس وقت قریب پنجرے کے پہنچے تو ایک قمری نے صدائے حق سرہ سنائی، اس صدا کو سنتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے، ناگاہ ایک شخص آ گیا (اس وقت آ گیا تھا) گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور یوں فرمایا کہ دیکھوا کثر آدمی راہ میں پانی گرا دیتے ہیں، لوگ رپٹ کر گر جاتے ہیں'' سبحان اللہ کتنا اخفائے حال تھا کہ حتی المقدور اپنے حال کو باتوں سے چھپا دیا، اسی وجہ سے آپ کے اکثر حال اور خرق عادات ظاہر نہ ہوئے۔ (مونس مہجوراں)

حکیم صاحب کی اس عبارت سے حافظ صاحب کے اخفائے حال، وجد و ذوق، عشق و معرفت خداوندی اور قمریوں کے پالنے کا پتہ چلتا ہے۔

چشتی اور فاروقی:

چونکہ آپ سلوک کے خاندان چشتیہ میں بیعت تھے اس لیے سوزِ عشق اور بھی زیادہ تھا، اس پر ضبط، حیرانی سے کم نہیں ورنہ چشتیوں کو وجد و حال بیتاب رکھتا ہے اس کے برعکس نقشبند یہ خاندان والوں کے لب پر مہر خاموشی ہوتی ہے، الحاصل حافظ صاحب سلسلہ سلوک میں چشتیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن نسب کے اعتبار سے آپ کا سلسلہ حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا تھا، اس لیے طبیعت میں جرأت، دل میں حوصلہ دین میں پختگی اور شدت حضرت عمرؓ کی سی تھی۔ (حیات امداد)

اتباع شریعت اورزہدوتقویٰ:

صوفی اور عارف باللہ کی سب سے بڑی پہچان شریعت کی پیروی، سنت کا اتباع اور بدعت سے نفرت ہے، حافظ صاحب اتباع سنت اور استیصال بدعت میں بہت آگے تھے، حکیم صاحب لکھتے ہیں ''اور اتباع شریعت یہ کچھ تھا کہ ادنیٰ بدعت بھی جڑ سے اکھاڑ دیا کرتے تھے اور خود مسئلہ مختلف فیہا میں احتیاط پر عمل فرمایا کرتے تھے اور امر ونواہی میں شانِ فاروقیت کا عروج ہوتا تھا، زہدوتقویٰ پر ایسی کمر چست باندھی تھی کہ جان تک سے دریغ نہ فرمایا، اللہ اللہ کیا اوصاف بیان کروں، مختصر یہ کہ ایک دریائے نور تھا، نور محمد کا ظہور تھا'' (مونس مہجوراں)

فیض صحبت:

فیض صحبت ایسا بے نہایت تھا کہ جب لوگ سامنے بیٹھتے تھے، خیال دنیا نہ آتا تھا، عبادت کی طرف رغبت ہوتی تھی۔

مجازین:

حضرت حافظ صاحب شہیدؒ کے خلفاء کی صحیح تعداد کا پتہ نہیں چلا، بزرگانِ سلسلہ عالیہ کی تصانیف کے مطالعہ سے صرف دو خلفاء اور ایک مرید کے ناموں کا پتہ چلا جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

(۱) حافظ عبدالرحمٰن صاحب کیرانویؒ (خلیفہ)

یہ بھی آپ کے خاص خلیفہ تھے جو کیرانہ کی ایک چھوٹی مسجد کے حجرے میں رہتے تھے حکیم الامت حضرت تھانوی نے ان کا ذکر اپنے ملفوظات الافاضات الیومیہ میں کیا ہے۔

(۲) حضرت حکیم ضیاء الدین رامپوری آپ کے مشہور خلیفہ ہیں بعد میں حاجی صاحب سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔

(۳) حافظ خدا بخش صاحب تھانوی رحمہ اللہ (مرید)

مجمع اصحاب خیر و برکت:

اپنے مرشد کے فیوض و برکات کا بیان کرتے کرتے حکیم صاحب مرحوم کو دیگر ان اکابر ملت وطریقت کی مجلس اور صحبتیں بھی یاد آتی ہیں جو مسجد ''پیر محمد میں جمع تھے'' چنانچہ فرماتے ہیں:

''غرض اس طور طریق خیر و برکات کا مجمع قصبہ تھانہ بھون مسجد پیر محمد مرحوم میں جمع ہو گیا تھا کہ کچھ بیان نہیں کیا جا سکتا، اس آخری وقت میں یہ حضرات نمونہ متقدمین کے پیدا ہوئے تھے اور تھوڑے عرصہ میں اس قدر تعلیم و تلقین راہِ خدا جاری ہوئی کہ عالم میں شہرہ ہو گیا، ہر طرف سے طالبِ خدا اور درویش وقت رجوع ہونے لگے اور سب اپنے اپنے حوصلے کے موافق فیضیاب ہوتے تھے، عجب وہ زمانہ تھا اور عجائب کیفیت وہاں رہتی تھی کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی اور ہر چند غور کیا۔

بہر حال اس مجمع کو رنج و راحت دُنیا سے بے فکر پایا، بجز یادِ خدا کسی شئ کا فکر و اہتمام کرتے نہ دیکھا، سبحان اللہ! کیا وقت سرور و حضور تھا اور وہ کیسی برکات عام تھیں کہ جو اخلاص سے چند روز بھی اس صحبت میں رہ گیا، ایک درجہ پیدا کر کے لے گیا، یہ بات اس زمانہ میں کہیں نہ تھی، سالہا سال کے عابد و زاہد دیکھے جو کچھ ان کے قلب میں اثر ذکر پایا، ان حضرات موصوفین ادام اللہ فیوضہم کی خدمت میں چند روز کے طالبوں کو اس سے بہتر پایا، غرض کہ وہاں اول ہی ایک نسبت کا اثر ہو جاتا تھا اور جس کسی طالب نے وساوس نفسانی و شیطانی کو دفع کیا اور حسن عقیدت سے وہاں حاضر ہو کر ہمت کر کے زہد و تقویٰ میں قدم چست رکھا اور جی لگا کر ان بزرگوں کی خدمت میں کچھ تربیت پائی، مقام عالی پایا، چانچہ ایسے کتنے خادم ان حضرات کے موجود ہیں کہ ہر طرح کی نعمت دینی سے مالا مال وہ روز و شب اسی کی تلاش میں رہتے ہیں''

آگے چل کر حکیم صاحب خانقاہ تھانہ بھون کی اس طرح منظر کشی کر کے دورِ ماضی کی یاد تازہ فرماتے ہیں: ''اور جب کبھی وہ چمنستان اسرار الٰہی آباد تھا اور وہ نخل مراد اوصاف لاتمناہی موجود تھے، عجب رنگ وروپ رہتا تھا، کہیں درسِ علم اور کہیں تعلیم عمل اور کبھی وعظ و پند، کبھی زبان

بند، مشغول باخداوند، کہیں حلقہ توجہ کا، کہیں جلوہ ذکر جہر کا، کسی کو حالت گریہ تو کسی کو قہقہہ، کوئی مست وبیہوش، کوئی محو مستغرق دل دنیا سے فارغ، اللہ کا طالب، ہر ایک اپنے حال میں مست رہتا تھا، گویا ایک چمن رحمت حق تھا کہ ناگاہ برباد ہوا''

مرکز اولیاء مسجد پیر محمد تھانہ بھون کی کیفیات:

حضرت مولانا شیخ محمد محدث کے ایک مرید حکیم محمد عمر چرتھاولی صاحب تھے انہوں نے مسجد پیر محمد صاحب (خانقاہ امدادیہ) تھانہ بھون کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

''سبحان اللہ وہ بھی ایک زمانہ تھا کہ یہ مسجد عبادت گاہ قدسی نفساں تھی، ہم پایۂ نجوم یہاں کے نمازی تھے، ہم مرتبہ فلک یہاں کی زمین تھی، ایک طرف شمال کے حجرے میں مثال قطب شمالی عاشق ذوالجلال، شہید لم یزلی حافظ محمد ضامنؒ یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے، ایک جانب جنوب کی سہ دری میں حضرت فیض درجت سلطان زمین ولایت کرامت ماہ آسماں رفعت وعظمت و درویش صاحب برکت حاجی امداداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ سرگرم قال اللہ وقال الرسول رہتے اور مسجد کے سامنے گرتوں پڑتوں کے تھامنے کو مشرق کے حجرے میں ہمارے مرشد مشفق (مولانا شیخ محمد) قدس اللہ سرہ الخالق، کبھی درس وتدریس میں طلبہ میں، کبھی مشاہدات ذات وسلطان اذکار میں مستغرق۔

ہر ڈھنگ میں زیر قدم نبی مقبول، باطن میں سب سے الگ ظاہر میں شمول رہتے، تینوں صاحب علاوہ اتحاد نسب، ایک پیر میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی کے مرید وہ ماہ نو، وہ بدر، وہ بدر تو وہ خورشید، جب کوئی شخص مرید ہونے کے لئے اس قافلہ میں آتا، ہفتوں بلکہ مہینوں باریاب بیعت نہ ہو پاتا جن کے پاس جاتا وہ اپنے سے بہتر دوسرے کو بتلاتا، دن رات پانچ سات طالب علم بحث مابعد وماسبق میں مصروف، کوئی ذکر کلمہ طیب سے مطیب، کوئی تلاوت کلام زیبا سے مزین، کسی کا دل پر اضطرار، صورت سیماب گرمی شغل ہو سے جواب برق مضطر کسی کا سینہ فگار ضربات اسم ذات حق سے نمونہ شق القمر، کوئی آٹھوں پہر بارہ تسبیح کے ذکر میں کوئی نفی واثبات پر نظر جمائے ہوئے، کوئی ذکر خفی کے ذریعے دھیان لگائے ہوئے، کوئی مجرد الا اللہ کی ضربیں لگاتا

اسم ذات پڑھتا، کوئی درود نا محدود پڑھنے میں دل وجان سے متوجہ کوئی ادائے نوافل وظائف میں اطمینان سے متوجہ کوئی قرآن خوانی کرتا کوئی مراقبات میں جانفشانی کرتا کوئی تفسیر پڑھتا، حدیث سند کرتا، کوئی فقہ واُصول میں جدوجہد کرتا، کوئی منازل درویشی کی تحقیق میں کوئی مراحل ومراتب تصوف کی تصدیق میں، طرہ برآں کسی طرح تسبیح خوان کبوتران ہو، کسی طرف کچھ قمریاں مشغول حق سرہ اور جب کبھی دوچار دل فگار مریدان رشید حضرت ممدوح الاذکار میں سے مثل مولانا محمد قاسم نانوتوی میاں جی کمال الدین چرتھاوَلی غفرہما اللہ الولی خواجہ حکیم ضیاء الدین رام پوری، یا مولوی رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ آتے جاتے اورہی رنگ جماتے جہاں گل وہاں خار، جہاں نیک وہاں نکونہیدہ کار جس جگہ یہ سب حضرات وہاں ہم سا بھی واہیات کم محنت، غفلت شعار، محض مشتاق دیدار اپنے مرشد کا چہرہ دیکھنے کے مارے سب سے کنارے ٹکٹکی لگائے ہوئے ذکر سے مطلب نہ فکر سے، واسطۂ دید کی عید میں سُدبُد گنوائے ہوئے، ہر شب میں وقت سحر ذکر جہر کا وہ شور بڑھتا کہ دن چڑھے اٹھنے والا بھی نہایت ذوق وشوق سے اول وقت اٹھ کر صبح کی نماز جماعت سے پڑھتا۔

ایک طرف گوشۂ جنوب احاطہ مسجد (پیر محمد والی) میں قاضی محمد اعلی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مثل پارہ سحر اخضر کے پائے ہیں، یہ بزرگ مولانا صاحب (شیخ محمد محدثؒ) کے دادا بھائی ہیں، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ہمعصر تھے، عالم وفاضل، درویش وکامل صاحب نظم ونثر تھے، کشاف اصطلات الفنون'' آنخضرت کی بہت بڑی کتاب ہے فی زمانہ بہت کارآمد ہے ایک مرتبہ طبع ہوئی، اب نایاب ہے۔ (حیات امداد ص ۷۶)

کیا ہو گیا گلاب کا تختہ کِھلا ہوا

حکیم ضیاء الدین صاحب رام پوری بیعت ہونے کے بعد وادیٔ سلوک میں ابھی گامزن ہی تھے کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہو گیا، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:

یہ خبر نہ تھی کہ پردۂ غیب سے کچھ اور ظاہر ہوا چاہتا ہے، اسی توقع اور کشاکش میں تھا کہ ناگاہ

گردشِ ایام اور شامت افعال اِس شکستہ حال سے یہ صورت پیش آئی کہ ''دفعۃً جہاں میں ایک شور پیدا ہوا، ہنگامہ قتل اور غارت گری چاروں طرف سے ایسا گرم ہوا کہ شاید کبھی نہ ہوا ہو، جو لوگ دیندار اور جری تھے غیرت اور حمیت اسلامی سے اکثر شہید ہو کر سوئے دار البقاء رحلت فرما ہوئے یا خانہ ویران ہو کر در بدر رہے یا بیت اللہ شریف یا کسی اور دار السلام کو تشریف لے گئے، اب ہندوستان میں گویا دنیا پلٹ گئی دین و دنیا کی اچھی بات گم ہوگئی، کیا عرض کروں، یہاں یہ فسانہ غیر مقصود ہے اور اپنا درد و غم اور قصہ حسرت والم کچھ اور ہے۔ (مونس مہجوراں)

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اس جنگ آزادی میں شہید ہوئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب زخمی ہوئے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ گرفتار کر لیے گئے اور چھ ماہ بعد رہا کیے گئے۔

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکہ معظّمہ ہجرت فرما گئے، یہ تمام بزرگان دین انقلابی تحریک کے کرتا دھرتا تھے حضرت حکیم ضیاء الدین رامپوری آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ناگاہ جناب حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو جناب باری سے الہام ہوا کہ بیت اللہ کو آؤ چنانچہ وہ جبھی بالہام حق بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے، وائے محرومی کہ بجائے حضرت پیر و مرشد جو باقی تھے ان سے یوں اپنی مفارقت ہوئی، واحسرتا! اب کوئی مونس و غمخوار نہیں کہ دل پژمردہ کو تسلی دے۔

یار بن نعمۂ بلبل کسے خوش آتا ہے
نکہت گل سے دماغ اپنا اڑا جاتا ہے

ہائے بیدادی کیسے کیسے مربی جدا ہوئے اس پر بھی ہم سر پھرے جیتے رہے، یہ نظم حسب حال ہے:

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی ایک شور تھا غل تھا

حضرت حاجی صاحب ہجرت کے ۴۰ رسال بعد چوراسی سال تین ماہ بیس روز گوشہائے عالم دنیا کو منور فرما کر ۱۲ر یا ۱۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ بدھ کے روز اذان صبح کے وقت اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے مکہ مکرمہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں مدفون ہیں، اطاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خاک گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

جہاد کے بعد مسجد پیر محمد، تھانہ بھون اور حافظ صاحب کے مسکن کی حالت:

اب حکیم ضیاء الدین صاحب کے قلم سے جہاد کے بعد ان اصحاب ثلاثہ کی جدائی، تھانہ بھون اور حافظ صاحب کی مسجد و مسکن کی ویرانی کا حال سنئے، لکھتے ہیں:

''واحسرتا کدھر گیا اور کیا ہوا وہ مجمع خیر اور جماعت محبت آمیز اور وہ صحبت عشق انگیز اور وہ مکان دل آویز یعنی مسکن حضرت اقدس کہ اب ویران ہے باوصف اس خستہ حالی کو دیکھو وہاں کیا جلوۂ حق ہے اور اس اجڑے مکان میں کیا دل کشادگی ہے، خس و خاشاک سے بوئے گل اور نغمۂ بلبل کی کیفیت پائی جاتی ہے کہ اکثر اہل دل وہاں جا کر مسرور ہوتے ہیں اور فیض اٹھاتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے:

بزمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

حافظ صاحب کی جدائی میں حکیم ضیاء الدین کا حال:

حکیم صاحب کی حالت زار خود انہی کی زبانی سنئے، لکھتے ہیں:

''آتش مفارقت جی جلائے دیتی ہے ،دل مہجور گھبراتا ہے، سوزشِ درونی کو بیان کیا چاہتا ہے اور کوئی ذکر خوش نہیں آتا، حاصل کلام اس ہنگامہ میں جلال کبریائی کو جوش و خروش تھا اور مدہوشانِ شیون الٰہی کو بھی ایک ولولہ اور ذوق وشوق تھا، چنانچہ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہ وقدس سرہ نے بھی ضررِ دنیائے دنیہ کا کچھ خیال نہ فرمایا کمر ہمت چست باندھ کر امر حق پر جان و مال کو قربان کیا اور ذوق وشوق دیدار الٰہی میں ایسے مست ہوئے کہ کسی طرح کا تردد نہ ہوا اور تمنائے شربت شہادت و جام کوثر میں ہماری بیکسی کا بھی کچھ خیال نہ فرمایا، سبحان اللہ

کیا ہمت مرداں، مدد خدا کا تماشا دکھلا کر مردانہ اور مشتاقانہ چوبیسویں محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو برسر معرکہ ہوکر جام شہادت نوش فرمایا واہ کیا خوب داد ہمت لے گئے اور داغِ حسرت دے گئے
''دوہرہ:

ساجن دُکھیا کر گئے اور سکھ کو لے گئے ساتھ	جنم بچھوہا دے گئے اور پھر نہ پوچھی بات
رفتی و مرا خبر نہ کردی	بریکسم نظر نہ کردی

اسی رسالے میں حکیم صاحب لکھتے ہیں: ''آہ جس وقت وہ صحبت یاد آتی ہے اور وہ صورت شریف رحمۃ اللہ علیہ نظر میں پھر جاتی ہے، اس دل ناشاد پر جو کچھ گزرتا ہے بیان نہیں ہوسکتا، ہر چند تڑپ تڑپ کر جی چاہتا ہے، کہ مر جاؤں، اس ہر دم کی جان کنی سے چھٹ جاؤں مگر کچھ بس نہیں چلتا اور از خود مرا نہیں جاتا، ناچار کلیجا پکڑ کر بے اختیار اپنی زندگی پر رو دیتا ہوں، جب کہیں صورت مراد کی نہ بندھی اور کچھ بس نہ چلا، بجز عرضِ حاجت کوئی چارہ نہ دیکھا، اب اکثر یہ استدعا ورد زبان اور مونس جاں ہے''

یہ غلام آپ کا اے شاہ محمد ضامن	کب تلک حسرتِ دیدار میں کاٹے گا دن
خوب رویوں سے نہ مطلب نہ فقیروں سے کام	ترے دیدار کا طالب ہے مگر تیرا غلام

فراقِ ضامن شہید

حافظ محمد ضامن صاحب کی شہادت کے بعد حاجی صاحب نے ان کی جدائی پر جو نقشہ اشعار میں کھینچا ہے وہ حسبِ ذیل ہے:

پر نہ دیتا تھا مجھے فرصت زماں	تا لکھوں اس نظم کو باشوق جاں
لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ	ہوگیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ

دوسرے شعر میں حاجی صاحب نے ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ خیز زمانے کی طرف اشارہ کیا ہے پھر لکھتے ہیں:

ہوگئے بس حضرت حافظ شہید　　شام غم ہم کو ہوا نو روزِ عید
خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ وبو　　چل دیئے بس جنت الفردوس کو
ہم بچاروں کو تڑپتا چھوڑ کر　　سوئے حق راہی ہوئے منہ موڑکر
وصل سے حق کے ہوئے وہ بہرہ ور　　پیتے ہیں حسرت سے ہم خونِ جگر
نازو نعمت میں ہیں وہ مشغول واں　　خاک وخوں میں لوٹتے ہیں ہم یہاں
جام کوثر سے ہوئے وہ لب بلب　　چاٹتے ہیں پیاس سے ہم اپنے لب
آپ تو راحت کے ساماں لے گئے　　اور ہمیں رنج و الم یاں دے گئے
عیش میں ہم کو دیا بالکل بھلا　　حق قربت اور الفت سب گیا
بے خبر ہم سے اگر رہنا تھا یوں　　ساتھ اپنے لے گئے ہم کو نہ کیوں

اور کس قدر حافظ صاحب کے مقام کے سامنے اپنے آپ کو عاجز بنا کر ظاہر کیا ہے، اور اسی کو ہم ولایت کی نشانی سمجھتے ہیں، لکھتے ہیں:

گرچہ ہم لائق نہ تھے درگاہ کے　　کفش برداری میں رہتے شاہ کے
شاہ کو زیبا ہے کب تنہا روی　　گو بہت خادم نہ ہوں تھوڑے سہی

ان کے مقام شہادت اور اپنی نامرادی پر خیال کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

اظہار حسرت:

آہ واویلا دریغا حسرتا　　ساتھ والے چل دیئے میں رہ گیا
پہونچا ہر اک منزلِ مقصود پر　　رہ گیا میں ہی پڑا بس دور تر
صاف تھے جو چل دیئے صاف اور پاک　　مثل تلچھٹ رہ گیا میں زیرِ خاک
جوکہ نوری تھے گئے افلاک پر　　رہ گیا سایہ کی جوں میں خاک پر
گھر کیا قمری نے شاخ سرو پر　　جھاڑ میں لٹکی ہے چمگادڑ مگر
ماہی حق نے تولی دریا کی راہ　　موش سوراخ زمیں میں ہے تباہ

مرغِ آبی نے کیا دریا میں گھر　　مرغِ خاکی لوٹتا ہے خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا　　بوم ویرانہ میں ٹکراتا رہا

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ نے حضرت حافظ صاحب کی جدائی میں ۶۵/اشعار لکھے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

نہ پوچھو ہو رہے ہیں کیوں خفا ہم اس قدر جان سے　　ہمیں پالا پڑ رہا ہے اب کے غم ہائے فراواں سے
کہیں سے مول لے دے مجھے کچھ اور اے ہمدم　　کہ اٹھنے کا نہیں بارِ غم اس قلب پریشاں سے
چھپا آنکھوں سے وہ نورِ مجسم خاک میں جا کر　　کہ جس کا خالِ پا بہتر تھا اس مہر درخشاں سے
شہیدِ راہ حق حافظ محمد ضامن چشتی　　بنایا تھا جسے حق نے ملا کر عشق وعرفاں سے
فراقِ یار میں جینا تعجب ہے ولے ہمدم　　اجل سے اٹھ سکے شاید نہ ہم بارِ گناہاں سے
نظر آئے گی یارب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو　　سنیں گے پھر بھی وہ آواز ان لبہائے خنداں سے
کسی کا کیا گیا پر رنج فرقت کی مصیبت کو　　کوئی جا کر کے ٹک پوچھے ضیاء الدین نالاں سے
ہوئی ہم سے خطا یا تھی کشش حبِ الٰہی کی　　کوئی پوچھے سبب رحلت کا اس سالارِ خوباں سے
گناہوں کے سبب گر ہم نہیں تھے لائقِ صحبت　　تو ہم کو بخشوا لینا تھا کچھ کہہ سن کے رحماں سے
اگر ممنوع تھا ہم سے گنہ گاروں کا لے چلنا　　تو تنہا اس طرح جانا بھی نازیبا ہے سلطاں سے
اگر قاصد مجھے کوئی وہاں تک کا بہم پہونچے　　تو کہلا کر کے بھیجوں یوں میں اس سالارِ نیکاں سے
مبارک ہو تمہیں وصل خدا خلدِ بریں میں، پر　　ہمیں یوں چھوڑ کر تنہا تمہیں جانا نہ تھا یاں سے
غمِ فرقت میں یاں گذرے ہے پر کچھ بن نہیں پڑتی　　تمہیں فرصت نہیں واں لذت دیدار یزداں سے
تمہارے ہجر میں جانِ جہاں کچھ بن نہیں آتا　　دلِ حسرت زدہ گھبرائے ہے سیر گلستاں سے
دلِ مایوس کی کوئی نہیں صورت تسلی کی　　مگر ہاں سر نکالو تم ذرا گنجِ شہیداں سے

تمہاری بزمِ پُر انوار جب یاد آئے ہے ہم کو
تو اِک شعلہ سا اٹھتا ہے ہمارے قلبِ سوزاں سے

حکایات واقعات اور کشف وکرامات

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کے دادا شیخ عبدالغنی صاحب تھے جن کا یہ واقعہ مشہور ہے:
دہلی میں چند مشائخ کامل ہم عصر تھے، چشتیہ نظامیہ میں حضرت شاہ فخر الدین اور قادریہ میں حضرت میر درد صاحب، نقشبندیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور صابریہ میں حضرت غلام سادات، حضرت غلام سادات صاحب کے تھانہ بھون میں اکثر مرید تھے، اس وجہ سے وہ وہاں تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ آپ آئے تمام لوگ ملاقات کے لیے گئے مگر حافظ ضامن صاحب کے دادا عبدالغنی صاحب حاضر نہ ہوئے، آپ نے دریافت کیا کہ عبدالغنی کیوں نہیں آئے، لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا ایک حسین وجمیل جوان لڑکا انتقال کر گیا ہے اس وجہ سے وہ مخبوط الحواس ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا ایک دفعہ ان کو میرے پاس لاؤ مگر وہ نہ گئے اتفاقاً راستہ میں حضرت غلام سادات کو مل گئے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''عشق بامردہ نباشد پائیدار'' اسی وقت ان کا خبط جاتا رہا اور عشق حق غالب ہو گیا، مسجد میں بیٹھ گئے اور خدا کی راہ میں فوت ہوئے۔ (امدادالمشتاق)

حافظ صاحب کی روحانی طاقت وولایت کا ہندوستان کے علماء ومشائخ کا ہر طبقہ معترف تھا اور ان کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

☆ قصبہ جھنجھانہ میں سید محمودؒ کی مشہور درگاہ امام صاحب کے نام سے مشہور ہے، اس چار دیواری میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب کا مزار ہے ایک عجیب وبابرکت مرقد ہے، اکثر اہل دل وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں وہاں چند مجاور بھی رہتے تھے، ایک دفعہ ان مجاوروں نے اس بات کا چرچا کر دیا تھا کہ حضرت حافظ صاحب اپنے پیر ومرشد کے مزار پر صبح کے وقت حاضر ہوتے ہیں اس کے بعد آپ کا شہر میں کہیں پتہ نہیں چلتا، اس بات پر لوگوں کو شبہ ہوا کہ اس طرح حافظ صاحب کا مزار پر آنا کوئی سر اور بھید ہے کیونکہ آپ جب کبھی تشریف

لاتے تھے تو شہر میں کسی کے ہاں ٹھہرتے تھے اور لوگوں سے ملتے تھے۔

اس مرتبہ ایسا کیوں ہوا، اس پر قاضی امیر علی صاحب نے چند مجاوروں کو مقرر کیا کہ جب آپ تشریف لائیں تو اس سے مطلع کیا جائے، چنانچہ آپ کی تشریف آوری کے لئے منتظر رہے، ایک روز جب حافظ صاحب تشریف لے آئے تو قاضی صاحب کو ان کی تشریف آوری کی اطلاع دینے کے لیے ان کے گھر پر پہنچے اس وقت قاضی صاحب گھر پر نہیں تھے، تھانہ بھون گئے ہوئے تھے، جب قاضی صاحب تھانہ بھون سے تشریف لائے تو ان سے پتہ چلا کہ فلاں روز صبح کو حافظ صاحب تشریف لائے تھے انہوں نے بتایا کہ میں اس روز حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور صبح کی نماز حافظ صاحب کے ساتھ پڑھی اور میرے سامنے حضرت حجرہ میں داخل ہوئے اور اشراق کے بعد حجرہ سے حسب معمول تشریف لائے، حکیم ضیاء الدین صاحب اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے تھے:

''سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو کیا ہمت اور قدرت عنایت فرمائی ہے کہ بُعد مکان بھی مانع نہیں جہاں چاہیں آن میں طیر و سیر کر جاتے ہیں'' (ص:۱۲۶)

☆حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری کو اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ صاحب سے بہت زیادہ قلبی و روحانی قرب حاصل ہوگیا تھا، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد ایک عرصہ تک حضرت پیر و مرشد بذریعہ خواب تربیت اور میرے حال پر شفقت و توجہ فرماتے رہے، جس کا اثر بیداری کے بعد بھی صاف محسوس ہوتا، اس وقت کیا ظہور نور اور عجیب فرحت و سرور تھا ایک عرصہ تک قدرت کا یہ تماشہ نظر آیا اور اثر صحبت عجائب کیفیت دکھلاتا رہا، سبحان اللہ جیسا کہ بہشتیوں کا لباس اور شان حدیثوں سے سنا کرتے تھے بتوجہ حضرت پیر و مرشدؒ آنکھوں سے دیکھا یہ صرف شفقت مرشد رحمۃ اللہ علیہ ہے ورنہ مجھ کو ایسی بصیرت کہاں۔

ایک مرتبہ زیارت ہوئی تو ہدایت فرمائی کہ تھوڑا کھانا کھایا کرو اور لباس جیسا ملے ویسا پہن لیا کرو۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عجیب آن بان اور شان وشوکت کے ساتھ ہوا پر معلق ایک لطیف اور نفیس خوب صورت تخت پر جلوہ افروز دیکھ کر اس قدر فرحت واطمینان اور جمعیت خاطر ہوئی کہ بالکل محو ومستغرق ہوگیا، اس وقت اس نالائق کے دل میں خیال آیا کہ حضرت کچھ حال اپنی شہادت کا ارشاد فرمائیں تو بہتر ہے فوراً پیرومرشد نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ کا بڑا شکر ہے، خدا نے مجھ کو شہداء میں نہایت بڑا مرتبہ عنایت کیا، یعنی سردار شہیدوں کا فرمایا بڑی نعمتیں عطا ہوئیں مگر حقہ کا ذکر آیا تھا اس نالائق کے جس میں خطرہ گذر گیا۔

یہ دریافت کرنے پر کہ کیا آپ سے گرفت ہوئی فرمایا نہیں فقط ذکر آیا تھا، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد پیرومرشد کا صرف اس نالائق کی اصلاح کے واسطے تھا، کیونکہ میں بھی حقہ نوش تھا، مگر باوجود اس معاملہ کے اپنی شامت اعمال سے نہ سمجھا، بدستور بعد نماز صبح چلم بھرنے کے لئے اٹھائی کیا عرض کروں ایسا عالی تصرف شیخ ہوا کہ چلم ہاتھ میں تھی مگر اوپر نہ اٹھ سکتی تھی، اور دل یوں کہتا تھا کہ کیوں ارادہ حقہ پینے کا کرتا ہے جبکہ جی میں ارادہ چھوڑنے کا پہلے سے نہ تھا، غرض چلم ویسے ہی رکھی گئی، اور طبیعت حیران تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ بے ارادہ ترک عادت میں بہت تردد ہوتا ہے ہر چند نفس اور شیطان ترغیب دیتے رہے مگر حق تعالیٰ نے اس صورت اس نالائق کو حقہ نوشی سے بچایا اللہ دوزخ کی آگ اور دھوئیں سے بچائے، اول سات روز تک ہر چند حقہ کا مزہ اور کیفیت یاد کرتا تھا مطلق یاد نہ آتا تھا سبحان اللہ کیا تصرف ہے سچ ہے۔ شعر

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ

تیر جستہ باز گرداند زراہ

حکیم ضیاء الدین صاحب کا بیان ہے کہ حقہ نوش کے منہ سے نہ پینے والے کو ضرور بو آتی ہے مگر جناب مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے تھے کہ میں نے بہ غور خیال کر کے دیکھا تھا کہ حضرت حافظ صاحبؒ کے دہن شریف سے حقہ کی بو نہ آتی تھی، سبحان اللہ! آپ کی حقہ نوشی کچھ اور شے تھی۔ (مونس مہجوراں)

☆ چیزوں کی ہیئت کو بدلنا ہر ایک کا کام نہ تھا، پیتل کو سونا بنانا ناممکن ہے لیکن اللہ والوں اور اللہ کے ولیوں کے لیے یہ کام معمولی بات ہے، خاک کو سونا بنانا ان کے لیے بچوں کا کھیل ہے اللہ دیا جھنجھانوی نے ایک روز پڑتلہ پنجابی چپراس کے ساتھ چار روپے میں خریدا، صرافوں نے جانچا تو وہ پیتل کا تھا لیکن حضرت حافظ محمد ضامن نے اس کو سونے کا کہا سونے کا بن گیا اور اس کی تصدیق صرافوں نے کی۔

میاں اللہ دیا جھنجھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب انگریزوں نے صوبہ پنجاب کو فتح کیا تو طرح طرح کا ضبط شدہ اسباب نیلام کرنا شروع کیا، اس میں سے ایک روز پڑتلہ پنجابی مع چپراس چار روپے کو میں نے بھی خریدلیا حافظ صاحب اس وقت پنجاب ہی میں تشریف فرماتے تھے، اس پڑتلہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس میں چپڑاس سونے کی ہے، میں نے اسی وقت جا کر ایک زرگر کو دکھلایا وہ کہنے لگا کہ یہ تو سونا ہے، پھر جس کو دکھلایا سونا ہی کہا نہایت تعجب ہوا اور واپس آ کر عرض کیا کہ حضرت فی الحقیقت سب اس کو سونا کہتے ہیں فرمانے لگے پہلے کسی نے اچھی طرح دیکھا نہیں تھا۔

میں جان گیا کہ میں نے اپنی تنگ دستی کا حال حافظ صاحب سے بیان کیا تھا بیشک یہ مدخرچ حضرت کی عنایت سے حق تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمایا ہے غرض اس چپراس کو اسی روپئے میں بیچکر وطن آیا مدت سے بدون خرچ عزم وطن فسخ ہو رہا تھا۔

☆ ایک دفعہ حکیم رحیم اللہ صاحب نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب سے عرض کیا حافظ صاحب سنا ہے اگر درویش کسی پر توجہ فرمائے تو دل پر غیر کا خطرہ ٹھہر نہیں سکتا مگر مجھ کو اس بات پر یقین نہیں آتا کہ ایسا ہو سکتا ہے، حافظ صاحب نے جواب دیا کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہلا دیں، خطرہ کیا چیز ہے، حکیم صاحب نے کہا بغیر دیکھے یقین نہیں آتا، حافظ صاحب نے فرمایا یہ آپ کیا کہتے ہیں اولیاء کی بڑی شان ہے، یہ بات تو بندہ بھی کرسکتا ہے حکیم صاحب نے جب زیادہ اصرار کیا تو حافظ صاحب نے حکیم صاحب کو ایک مکان میں لے جا کر سامنے بٹھا دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے، حکیم صاحب بہت حیران ہوئے اور یہ کہا

کہ میں نے ایسا زبردست عالی تصرف شیخ نہیں دیکھا، نہ ہی سنا، بہت بڑے خلجان اور تردد میرے دل پر نقش تھے، کھینچ کھینچ کر دل میں لاتا تھا مگر جیسے سیل دریا میں خس وخاشاک کی طرح دریا میں بہہ جاتے تھے اس طرح کوئی غیر کا خطرہ دل میں ٹھہرتا نہیں تھا، خدا جانے کیا شے قلب کو خالی کردیتی تھی۔(۵۴)

☆اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب جیسے لوگوں کو کامل ولی بنایا تھا کہ ان پر شیطانی حربوں اور حملوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور شیطان کی پیروی کرنے والے ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے، چنانچہ حضرت حافظ صاحب کا ایک ایسے ہی شیطان کی پیروی کرنے والے سے واسطہ پڑا بری طرح ناکام ہوا اور ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک شخص حاجی ولی محمد صاحب کے مرید تھے اور ذکر واشغال کیا کرتے تھے، اتفاق سے کسی بد باطن نے ان کو کچھ جادو کے منتر سکھادیئے جس کو وہ پڑھنے لگے، تھوڑے دنوں کے بعد انکو شیطانی عجائبات نظر آنے لگے، مبتدی تھے ان کے برے اثرات کو نہ سمجھ سکے، قرآن شریف کی تلاوت چھوڑ دی، ذکر واشغال سے منہ موڑ لیا مگر ابھی کچھ ایمان باقی تھا، نیکی کی گھڑی آ گئی تھی، ایک دن میں ذکر جہر کر رہا تھا وہ صاحب بھی اتفاقاً ذکر جہر میں شامل ہوگئے ذکر کے وقت حاجی امداد اللہ صاحب بھی تشریف لے آئے اور اختتام تک تشریف فرما رہے شیطانی کدورت اس کے قلب ودماغ سے زائل ہوگئی۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے اس سے کہا اس کو غنیمت جانو، یہ بزرگوں کی عنایت من جانب اللہ ہوتی ہے، اب ان منتروں کو نہ پڑھنا لیکن اس نے ان کی بات پر عمل نہیں کیا ایک روز بد قسمتی سے یہ سوچا کہ دیکھوان خبیث منتروں کا پھر اثر ہوتا یا نہیں؟ یہ سوچ کر پھر وہ منتر پڑھنے لگا، برے اثرات پھر ظاہر ہوئے، بدحالی چھا گئی، حیران وپریشان پھرنے لگا، تھانہ بھون پہنچا حضرت حافظ ضامن صاحب کے ہاں حاضری دی، ان سے ملاقات کی، ایک مونڈھے پر ان کے سامنے بیٹھا اور یہ خیال کیا کہ ان منتروں کا ان پر اثر ہوتا ہے یا نہیں، غرض حضرت حافظ صاحب کی طرف

متوجہ ہوکر پڑھنا شروع کیا، ایک دفعہ اس کو حافظ صاحب نے باتوں میں اڑا دیا، وہ نہ مانا تو جلال چشتیہ نے جوش مارا، نظر غضب سے دیکھا اور لفظ ''ہوں'' منہ سے نکلا تو اس کو ہوش نہ رہا، بے اختیار مونڈھے سے چت گرا اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر جنگل چلا گیا۔ (مونس مہجوراں، ص:۳۴)

☆ اسی طرح ایک جن نے حافظ صاحب کے مرید میاں مولا بخش کو پریشان کیا اور ان کو راستہ چلنے نہیں دیا بلکہ راستہ بند کر دیا تو آپ تشریف لائے اور وہ جن ایک فقرہ سن کر راستہ چھوڑ کر فوراً رفو چکر ہو گیا، یہ واقعہ بھی حکیم ضیاء الدین صاحب نے مونس مہجوراں میں نقل کیا ہے۔

میاں مولا بخش سے ایک روز حافظ صاحب نے نماز تہجد پڑھنے کے بعد فرمایا آج میں گھر میں تسبیح بھول آیا ہوں، تم لے آؤ وہ تسبیح لینے چلے تو دیکھا کہ محلّہ میں ایک آدمی کھڑا ہے ان کو دیکھتے ہی کود کر ایک پاؤں دیوار پر اور دوسرا پاؤں دوسری دیوار پر جو شارع عام پر تھی کھڑا ہو گیا، یہ حرکت دیکھ کر مولا بخش صاحب سمجھ گئے کہ یہ جن ہے اس کی ہیبت ان کے دل پر چھا گئی اور وہ کہنے لگا چلا جا، انہوں نے کہا کہ اے موذی ایک طرف راستہ سے ہٹ جا تو جب ہی جا سکتا ہوں اس پریشانی میں مولا بخش کھڑے تھے، حضرت حافظ صاحب نے اپنے نور باطن سے معلوم کر لیا، خود تشریف لائے اور مولا بخش کو پریشان دیکھ کر فرمایا، کیوں کھڑا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ خبیث راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے، حضرت حافظ صاحب نے اس سے فرمایا نامعقول اس کو کیوں روک رہا ہے، وہ جن آواز سنتے ہی فوراً چلا گیا اور حضرت حافظ صاحب مسجد تشریف لے گئے اور مولا بخش صاحب نے تسبیح لا کر دے دی۔

☆ جنات کی جہاں آپ سے روح قبض ہوتی تھی وہاں جانوروں کا سردار شیر بھی آپ کے حکم پر چلتا تھا، چنانچہ ایک ایسا ہی واقعہ مولا بخش دیوبندی اور حافظ محمد ضامن صاحب کو ایک درگاہ میں پیش آیا جو ایک جنگل میں تھی۔

کلیر شریف کے پانچ کوس کے فاصلہ پر شاہ منصور صاحب کا مزار ہے جہاں پہلے جنگل تھا، ایک مرتبہ حافظ صاحب کے ساتھ مولا بخش اس مزار پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے، حظیرہ

میں پہنچے فاتحہ کے بعد حضرت مزار کے مدمقابل مراقب ہوئے ایک طرف مولا بخش صاحب بیٹھ گئے، ایکا ایکی ایک شیر مزار کے دروازہ پر پہنچ گیا، مولا بخش خوفزدہ ہوگئے، آپ نے ان کی جو حالت دیکھی تو آپ نے مولا بخش سے کہا کہ میرے پاس آجاء، انشاء اللہ تعالیٰ کوئی ضرر نہیں پہنچے گا یہ فرما کر آپ پھر مراقب ہوگئے، مولا بخش آپ کے قریب ہی بیٹھ گئے، وہ شیر بھی حضرت حافظ صاحب کے قریب آکر عرصہ تک سر جھکائے سامنے کھڑا رہا، جس وقت حضرت حافظ صاحب نے شیر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو فوراً شیر آہستہ دم دبا کر جھٹ نکل گیا کان تک نہیں ہلایا اس کے بعد مولا بخش صاحب کو اطمینان کلی ہوا۔ (مونس مہجوراں ص:۳۹) اور یہ دونوں چھ روز تک وہاں رہے جب بھوک لگتی تو درختوں کے وہ پتے جو ہوا سے گر کر زمین پر آپڑتے تھے ان کو حافظ صاحب تناول فرماتے اور اس میں سے مولا بخش کو بھی دیتے تھے، ان لوگوں کو یہ پتے کھاتے وقت شیریں لگتے تھے۔ (مونس مہجوراں، ص:۳۹)

☆اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت حافظ صاحب کافی دور دراز کی باتیں اس طرح بیان کر دیا کرتے تھے جیسے کہ ان کے سامنے ہو رہی ہوں، ایک دن محی الدین رسالدار کے گھوڑے کا واقعہ کہ ان کا گھوڑا ایک ولایتی کھا گیا، جب یہ واقعہ ہو رہا تھا آپ تھانہ بھون کی حوض والی مسجد میں پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ دفعتہً آپ کے سامنے غلام محی الدین رسالدار کے گھوڑے کو ولایتی کے کھانے کا واقعہ سامنے آگیا اور آپ نے فوراً و بے اختیار لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جو یہ تھا۔

ایک روز حضرت حافظ صاحب تھانہ بھون کی حوض والی مسجد میں چبوترہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے کہ دفعتہً و بے اختیار کہہ اٹھے کہ غلام محی الدین رسالدار کے گھوڑے کو ولایتی کھا گئے، کسی نے اس گفتگو کو شیخ غلام محی الدین کے گھر جا کر دہرا دیا، وہ حضرت حافظ صاحب سے معلوم کرنے آئے، آپ نے ان کو باتوں میں لگا کر ٹال دیا اور بتایا نہیں لیکن ان کو شبہ ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے اس دن اور اس تاریخ کو انہوں نے یاد رکھا، تحقیق کی تو پتہ چلا کہ معرکہ کابل میں ایک جگہ ان کے گھوڑے زخمی ہو گئے تو ان کو ذبح کر دیا گیا اور ولایتی لوگ ان کا گوشت کاٹ کر لے

گئے یہ بات خدا تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحب پر منکشف فرما کر ان کی زبان سے کہلوا دی اور یہ واقعہ اسی روز اور اسی تاریخ کا تھا جس روز آپ نے بتایا تھا۔ (مونس مہجوراں)

☆ حضرت حافظ صاحب نے بہت جلدی ہی تھوڑی سی مدت میں تمام مدارج طے کر لیے تھے اور وہ اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ اپنی ہستی کو بھلا چکے تھے، حکیم ضیاء الدین صاحب اپنا چشم دید واقعہ مونس مہجوراں میں تحریر فرماتے ہیں: ایک روز ایام حیات حضرت پیرومرشدؒ حلقہ توجہ میں یہ نالائق بھی حاضر تھا اور حضرت پیرومرشدؒ محراب مسجد میں جلوہ فرما تھے کہ میری نگاہ آپ کی طرف جا پڑی تو آپ کا جسم کچھ نظر نہ آیا اس جگہ ایک شمع روشن تھی، ہر چند غور کیا کہ جسد مبارک کی جگہ شمع نظر آئی، میری بے بصری جو مجھ کو صرف شمع نظر آئی ورنہ اس نور محمدی سے ایک عالم منور تھا۔

(مونس مہجوراں، ص:۴۹)

☆ اللہ تعالیٰ سے جو لو لگا لیتا ہے اور اس کے احکام کی پابندی کرتا ہے اس کے لیے کوئی مشکل بات نہیں ہوتی، لوگوں کے دلوں کو بدلنا اور ان کو بری عادتوں سے چھڑا دینا معمولی بات ہوتی ہے، حافظ صاحب ایسے ہی لوگوں میں سے تھے، ایک گویّا آپ کے پاس بیعت ہونے کے لیے آیا وہ گانے بجانے کا عادی تھا، اس لیے آپ نے بیعت کرنے سے انکار فرما دیا اور اس کی بری عادتوں کو چھڑانے کی کوشش شروع کر دی، کس طرح کامیاب ہوئے ملاحظہ ہو:

اللہ دیا قوال گانے بجانے کا پیشہ کرتے تھے اپنے ہمعصروں میں استاد تھے، حضرت حافظ صاحب سے عقیدت ہوئی، بیعت کی درخواست کی لیکن حضرت حافظ صاحب نے اللہ دیا کو فسق وفجور کی وجہ سے بیعت نہیں کیا، طریقہ باطنی سے اصلاح فرماتے رہے، چند سال اسی میں گزر گئے آخر ایک دفعہ ہولی کے دنوں میں راجہ قصبہ روپڑ کی محفل گرم ہوئی، ارباب نشاط اس میں شریک ہوئے، اللہ دیا کا شمار راجہ کے گویّوں میں تھا، وہ بھی اس محفل میں موجود تھے۔

جب شیطانی رنگ رلیاں شباب پر تھیں شراب نوشی کی ابتداء ہوئی، رفتہ رفتہ سب مست ہو گئے اور جام مے اللہ دیا کے قریب پہنچ گیا، یہ بہت پریشان ہوئے کہ اتنے میں ان کو جناب

حافظ ضامن صاحب کا خیال آ گیا خیال آتے ہی ان کا دل شیر ہو گیا، انہوں نے فوراً شراب پینے سے انکار کیا، راجہ غصہ میں پیچ و تاب کھانے لگے، حافظ صاحب کا خیال ایسا بندھا کہ اہل محفل حقیر جچنے لگے اور آپ محفل سے اٹھ کر چلے آئے، کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی، اللہ دیا کی اس وقت عجیب و غریب حالت تھی اس کے بعد اللہ دیا حافظ صاحب کے پاس پہنچے، ان کے دل کو بڑی تسلی ہوئی، انہوں نے گانے بجانے سے توبہ کی تو حافظ صاحب نے ان کو بیعت کر لیا، اللہ دیا نے تنگدستی میں زندگی گزاری، اس کے باوجود کبھی گانے بجانے کا خیال نہ کیا۔ (مونس مہجوراں)

☆ میاں اللہ دیا مذکور کہتے ہیں کہ ایک روز ایک صاحب حضرت پیر و مرشدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھ کو قوّال جان کر بہ نظر حقارت کلام کرنے لگے، حضرت پیر و مرشدؒ نے فرمایا کہ یہ میراثی تم سے بہتر ہے، شرافت اسلام تمام دنیائے فانی سے افضل ہوتی ہے اس پر وہ صاحب معذرت کرنے لگے میرے دل میں عجب پیدا ہو گیا اور ایک مدت اس حالت عجب میں گزری بعدۂ ایک دفعہ چند آدمی جمع تھے ایک صاحب نے میری تعظیم فرمائی، اس وقت میں اور بھی جی میں پھولا، حضرت پیر و مرشدؒ نے کشفِ باطنی سے دریافت کیا کہ اس کو عجب نے مبتلا کر رکھا ہے فرمایا یہ اللہ دیا لوہاری کا ڈوم ہے، بفور ارشاد وہ خودی اور بڑائی میرے دل سے نکل گئی، تب میں نے توبہ کی اور استغفار پڑھی۔

☆ میاں اللہ دیا صاحب مذکور کہتے ہیں کہ میں ایک روز بعد نماز عشاء وقت خواب کے حضرت پیر و مرشدؒ کا پاؤں دبا کر ویسے ہی اٹھ کر چلا آیا اور باہر آ کر خیال آیا کہ چراغ جلتا رہا اور کواڑ بند نہیں ہوئے، حجرے کی طرف چلا کہ دونوں کام کر آؤں فرمایا کیوں آتا ہے، میں نے عرض کیا کہ در بند اور چراغ گل کرنے آتا ہوں، فرمایا جا ہم کر دیں گے مجھ کو اپنے بھول جانے کی شرم سے اس جگہ تامل ہوا، جب کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ خود بخود چراغ گل اور حجرہ بند ہو گیا اور حضرت پیر و مرشدؒ اسی طرح چارپائی پر لیٹے ہیں ہاتھ بھی نہیں ہلایا، یہ قدرت کا تماشہ دیکھ کر آہستہ دبے پاؤں ہٹ آیا، سچ ہے مقبولانِ خدا بنظرِ ظاہر مجبور ہیں ورنہ عنایتِ الٰہی

سے کسی کار میں محتاجِ تردد اور حرکت کے نہیں۔

☆ حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کمال تقویٰ اور پیروی سنت میں محو اور شہرۂ آفاق تھے۔ ایک روز یوں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ پنجاب کے سفر کے دوران حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار سے ایک نسبت مجھ کو حاصل ہوئی اور اب تک موجود ہے، مگر قلب میں راسخ نہیں ہوئی ایک جدا شے معلوم ہوتی ہے آپ نقشبندی ہیں مجھ کو توجہ دیجئے تا کہ وہ راسخ ہو جائے میں حسب الارشاد سامنے بیٹھا ہر چند ہمت کی مگر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ حافظ صاحب کی نسبت کا اثر مجھ پر ہو جاتا تھا۔

آخر لاچار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر قوی نسبت عطا فرمائی تھی کہ باوصف اپنی طلب و خواہش کے توجہ کا اثر نہ ہوا۔

☆ شیر خان انگریزی سوداگر یوں کہتا تھا کہ ایک دفعہ میں اور ایک سوار سرکاری نوکری میں تھانہ بھون گئے، مغرب کے بعد دوسرا سوار حضرت حافظ صاحبؒ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا، حضرت نے صبح اس کی دعوت فرمائی جو اس نے قبول کر لی ڈیرے میں آ کر اس نے مجھ سے کہا کہ حافظ صاحبؒ نے دعوت فرمائی تھی کھانا کھا کر چلیں گے میں نے اصرار کیا کہ صبح کو گرمی ہو گی نماز سے پہلے چلنا چاہئے، اس سوار نے ہر چند انکار کیا تبرک نہ چھوڑو اور خلاف وعدہ کے نہ کرو، میں نے نہ مانا سوار ہو کر صبح صادق سے پہلے ہی نکلا، کیا واقعہ پیش آیا کہ چاندنا ہونے تک چلے مگر شہر کے دروازے سے دو کوس سے زیادہ نہ بڑھے اور یہ عرصہ عجب حیرانی میں گزرا، جب یہ دیکھا کہ اتنی رات سے چلے آخر دروازہ شہر کا نظر آیا، حیرانی ہوئی کہ اس قدر عرصہ اور دو گھوڑوں کی چال سب پامال ہوئی خیر معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کا تصرف جانے نہیں دے گا، لاچار شرمندہ ہو کر فرودگاہ پر آ کر صبح کی نماز پڑھ کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں ہم دونوں سوار حاضر ہوئے مگر کچھ حال نہ کھولا، حضرتؒ فرمانے لگے آؤ تم ہمارا کھانا خراب کیا چاہتے تھے اس بات پر ہم کو بڑی ندامت ہوئی لاچار معذرت کی تھوڑی دیر میں حضرت نے کھانا کھلا کر رخصت کیا تب ہم

منزل کو پہنچے سچ بات ہے کہ اولیاء کے خلافِ مرضی نہ کرے، اللہ تعالیٰ اکثر اسرار مخفی اپنے خاص بندوں پر منکشف کر دیتا ہے۔

☆ میاں مولا بخش دیو بندی کہ مرید مخلص حضرت پیرومرشدؒ کے ہیں اور اکثر ابتدا میں حضرت پیرومرشد کے ہمرکاب رہا کرتے تھے، یوں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرتؒ کاندھلہ کو تشریف لے چلے، میں بھی ساتھ تھا چلتے وقت میں نے عرض کیا کہ میں کچھ خرچ لے لوں ارشاد فرمایا کہ خدا رزّاق ہے کیوں بوجھ اور تردد میں پڑے مگر میں بدون اطلاع آٹھ آنے کمر میں خوب مضبوط باندھ کر ساتھ ہولیا، اثناء راہ قصبہ شاملی میں روٹیوں کا وقت ہوا، میں نے عرض کیا ارشاد ہوتو کچھ کھانا مول لے آؤں فرمایا کہ تیرے پاس پیسے کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ آٹھ آنے میری کمر میں ہیں، فرمایا کہاں ہیں میں نے کمر کھولی تو فی الحقیقت کچھ نہ تھا، حیران ہوا کہ اس قدر وزن کمر میں تھا گرتے وقت خبر نہ ہوئی، حضرت پیرومرشدؒ مجھکو حیران دیکھ کر فرمانے لگے لایا تھا یا نہیں، میں نے عرض کیا آپ کے ارشاد سے تھوڑی دیر پہلے کمر میں موجود تھے واللہ اعلم کہ کیا وجہ ہوئی ایسی بے خبری میں گم ہو گئے، جبکہ متردد دیکھا رومال میں بندھے ہوئے پیسے ہنس کر مجھ کو عنایت فرمائے تو اس میں وہی آٹھ آنے تھے، جب میں نے جانا کہ یہ تصرف آپ کا ہے کہ میری کمر سے آپ کے رومال میں پیسے جا بندھے کیونکہ مجھ کو خوب معلوم تھا کہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور رومال ہاتھ میں خالی تھا، تب میرا تردد دفع ہوا، بازار سے کھانا لا کر کھلا کر اور کھا کر کاندھلہ روانہ ہوئے میاں مذکور اکثر امور میں حضرت پیرومرشدؒ کے راز دار تھے اور حضرت پیرومرشدؒ کو اکثر باتوں میں دلداری میاں مذکور کی منظور خاطر شریف رہتی تھی، اس لیے ان سے چنداں ستر حال نہ تھا، ظاہر ہے کہ جس پر شفقت ہو اور خدمت میں کثرت سے رہے وہ اکثر حال کا راز دار ہوتا ہے۔

☆ شہر جنوب میں ایک مجذوب باہیبت وجلال قلعہ میں رہتے تھے اور کسی کو پاس نہیں آنے دیتے تھے اور اگر کوئی پاس آجاتا تو بے سوچے جو کچھ ہاتھ میں آجاتا کھینچ مارتے، حضرت

پیرومرشدؒ ایام سیاحت ملک پنجاب شہر جنوب میں تشریف فرما ہوئے اوران مجذوب صاحب کی خدمت میں جانے کا ارداہ فرمایا، لوگ مانع ہوئے کہ وہ مارتے ہیں آپ نے کہا کہ اگر ماریں گے چلا آؤں گا آخر مجذوب صاحب کی خدمت میں جا کر سلام کر کے بیٹھ گئے مجذوب صاحب نے چلم اور تمباکو عنایت کیا، حضرت نے چلم بھر کر پی، بعدہ مجذوب صاحب کو دی اور تھوڑی دیر وہاں تشریف فرما رہے، بعدہ سلام کر کے تشریف لے آئے، دیکھنے والے تعجب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ شخص کوئی بڑا کامل شخص ہے جس کی مجذوب صاحب نے اس قدر تعظیم فرمائی ورنہ کسی کو پاس بھی نہ آنے دیتے تھے، یہ مثل یہاں اصل ہوگئی، ولی را ولی می شناسد۔

☆ایک روز حضرت پیرومرشدؒ تشریف لے جاتے تھے، راہ میں ایک جانور مردہ پڑا تھا اور دوسگ بچے اس کے گرد تھے جو ایک دوسرے کو کھانے نہیں دیتے تھے باہم غرا رہے تھے، دیکھتے ہی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا مثال دنیا اور دنیاداروں کی ظاہر کر رکھی ہے کہ دنیا مردار پڑی ہے اور دنیادار کتے لڑتے ہیں، سبحان اللہ! اللہ کے بندے ہر بات سے کیا مطلب اور عبرت لے لیتے ہیں، حق تعالیٰ دنیا کے فکر و فریب سے بچائے اس کی محبت ہر طرح خراب کر دیتی ہے۔

حکایات

حضرت حافظ محمد ضامن تھانوی شہید رحمہ اللہ
بروایت حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ

عجیب حالت:

فرمایا کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ نہایت آزاد منش تھے، آپ کے یہاں کبوتر بھی پلے ہوئے تھے مگر اڑاتے نہ تھے۔ (ص ۱۴، نمبر ۳۶، حسن العزیز جلد دوم)

معنوی حسی کرامت:

فرمایا حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ اپنے مرشد حضرت میاں جی (نور محمد) صاحبؒ کے ہمراہ جوتا بغل میں لے کر اور گردن میں توبڑہ ڈال کے جھنجھانہ جاتے تھے اور ان کے لڑکے کی سسرال بھی وہیں تھی لوگوں نے منع کیا کہ آپ اس حال میں نہ جایا کیجئے، وہ لوگ ذلیل وحقیر سمجھیں گے، فرمایا وہ اپنی ایسی تیسی میں جاویں اور اپنے رشتے کو چھڑالیں میں اپنی سعادت کو نہیں چھوڑ سکتا اور وہ لوگ کہا کرتے تھے ہائے تقدیر کیا ذلیل سمدھی ملا۔

یہ تو حافظ صاحبؒ کی کرامت معنویہ کا بیان تھا، پھر ایک کرامت حسیہ کا بیان کیا کہ پہلے اشراف وارزل عوام وخواص سب دلہن کے ڈولہ پر بکھیر کیا کرتے تھے چنانچہ حافظ صاحبؒ بھی بکھیر کر رہے تھے، ایک جھنجھانوی شخص کے سر میں منصوری پیسہ لگا بے چارہ بیٹھ گیا سر خون آلودہ ہو گیا جب وہ شخص صلوٰۃ مغرب سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ نے اس سے معافی چاہی، اس نے معذرت کی، ذرا آنکھ او جھل ہوا اس سے غائب ہو گئے وہ سمجھا کہ حافظ صاحبؒ سامنے بیٹھک میں چلے گئے ہوں گے، بیٹھک میں جا کر دریافت کیا سب نے

اسے پاگل و دیوانہ بنایا سمجھنے والے سمجھ گئے کہ حافظ صاحب کی کرامت ہے۔

(ص ۱۳۴، امثال عبرت حصہ دوم)

تمنائے موت کی دو قسمیں:

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے حافظ محمد ضامن صاحب نے کہا کہ میرے اوپر تمنائی موت اس قدر غالب ہے کہ خوف ہے کہ میں خودکشی نہ کرلوں اور یہ حالت سنت کے خلاف ہے، اس لئے کہ خوف ہے کہ مذموم نہ ہو، فرمایا: میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے مقام ولایت عطا فرمایا اور جو تمنائے موت مذموم ہے وہ وہ ہے جو کسی تکلیف اور مصیبت سے گھبرا کر ہو، (فرمایا حضرت والا نے ان حضرات کی نظر دیکھئے حدیث میں لفظ ضد اصابہ موجود ہے) اور جو تمنائے موت لقاء اللہ ہو وہ امارت ولایت ہے، لقولہ تعالیٰ: ''**ان زعمتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت**'' (ص ۵۷، حسن العزیز جلد ۲)

ذکر اللہ کا ثمرہ مقصود بہر حال حاصل ہے:

فرمایا کہ جو شخص لذات کا طالب ہے وہ حق تعالیٰ کا طالب نہیں کیونکہ لذت عین حق تو نہیں پس عاشق صادق وہ ہے جو حق کا طالب ہو نہ احوال کا نہ مواجید کا کیونکہ یہ باتیں نہ موعود ہیں نہ لازم ہیں کبھی ہوتی ہیں کبھی نہیں ہوتیں، اس لیے انکی طرف التفات ہی نہ کرنا چاہئے، توجہ صرف اس چیز کی طرف کرو جو بوجہ موجود ہونے کے مرتب ہوتی ہے، وہ کیا ہے توجہ الی العبد، چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ اسی کی نسبت فرماتے تھے کہ ہمارا مقصود تو ذکر ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**فاذکرونی اذکرکم**'' (یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) یعنی احوال و کیفیات باطنہ پر نظر نہ تھی۔

یہ ایسا ثمرہ ہے کہ جس میں بوجہ وعدہ کے کبھی تخلف ہی نہیں ہوا کرتا، یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو اس

لیے یاد کیا کریں کہ وہ ہمیں یاد کیا کریں گے، اس کے سوا حیات دنیا میں ہم کسی اور ثمرہ کے طالب نہ ہوں، باقی اصل ثمرہ یعنی رضا و دخولِ جنت وہ تو آخرت میں ہی ہوگا بس اور کیا چاہئے، ایسا شخص جس کا یہ مطلوب ہو کبھی پریشان نہیں ہوتا، یہ ہے حقیقت مقصود سلوک کی مگر ہم اسمیں بھی بدوں اتباع ہویٰ کیے ہوئے نہ رہے۔ (الہویٰ والہدیٰ، ص:۳۱)

اتباع سنت میں ہر امر میں اعتدال ہے:

فرمایا: حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص بارادہ بیعت آیا، حضرت نے فرمایا کچھ دنوں کھانا کم کھایا کرو تب بیعت کریں گے، ایک روز کے بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت اگر حکم ہو تو روزہ رکھ لوں مگر یہ تو بڑی مشکل بات ہے کہ سامنے مزیدار حلال طیب کھانا موجود ہو پھر کم کھاؤں۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بس اسی منہ سے کہتے ہو کہ اللہ کا نام لوں گا اتنا بھی نہ ہو سکا، صاحبو! سنت کا اتباع اسی واسطے لوگوں کو ناگوار ہے کہ اس میں ہر امر میں اعتدال ہے اور یہ نفس کو بھاری اور کٹھن ہے اور منشاء اس ناگواری کا یہ ہے کہ نفس چاہتا ہے آزادی کو اور نیز شہرت کے لیے اپنے حظوظ کو بالکلیہ ترک کر دینا تو اس لیے آسان ہے کہ اس میں ایک آزادی ہے اور مخلوق کی نظروں میں بڑائی ہے کہ فلاں درویش کھانا نہیں کھاتے، اتنے برسوں سے انہوں نے کھانا چھوڑ دیا ہے اور اعتدال دشوار ہے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں صورۃ امتیاز نہیں ہوتا۔ (الشکر، ص:۲۰)

نیک صحبت کا اثر:

فرمایا: قصبہ رام پور کے ایک رئیس حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت حافظ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے اور ان کے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے، ان کے فیض صحبت سے حالت بدل گئی، دنیا کی طرف سے بے رغبتی

اور آخرت کی جانب رغبت پیدا ہونے لگی، ان کے باپ کے پاس ایک دفعہ کچھ گنوار آئے اور کہنے لگے تمہارے بیٹے کا بڑا افسوس ہے فقیر ہو گیا، وہ بولے خیر بھائی تو ایک گنوار کیا کہتا ہے، اجی بری صحبت ایسے ہی ہوئے جبھی تو بڑے بوڑھے بری صحبت سے منع کریں، دیکھو نہ بگڑ گیا، فقیر ہو گیا، تو گویا بے وقوفوں نے دینداروں کی صحبت کو بری صحبت سمجھا۔ استغفر اللہ

ان ہی حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کا ایک واقعہ ہے کہ کوئی جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اس کی حالت بدلنے لگی، ایک بار اس کا باپ حاضر ہو کر نہایت بے باکی سے کہنے لگا کہ جب سے میرا بیٹا آپ کے پاس آنے لگا بگڑ گیا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے بڑے جلالی، فرمایا اپنے بیٹے کو ہمارے پاس نہ آنے دو، روک دو، ہمارے پاس جو آئے گا ہم تو اسے بگاڑیں گے ہی جسکو لاکھ مرتبہ غرض ہو اور بگڑنا چاہے وہ ہمارے پاس آئے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے، ہم نے تو اپنے پیر سے بگاڑنا ہی سیکھا ہے، اجی جو بگڑنے سے ڈرے وہ ہمارے پاس آئے ہی کیوں؟ ہم کسی کو بلانے تو نہیں جاتے۔

(طریق القلندر رکحریق السمندر ص:۳۹ فضائل العلم والخیۃ ،ص:۵۵)

جنم روگ:

فرمایا: ہمارے حضرت حافظ ضامن صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک شخص سے پوچھا تھا کہ آپ کا لڑکا کیا پڑھتا ہے؟ کہا قرآن حفظ کرتا ہے، فرمایا: ارے! اس بیچارے کو کیوں جنم روگ لگا دیا؟

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

حافظ صاحبؒ میں مزاح بہت تھا اس لیے گفتگو کے عنوان ایسے ہی ہوا کرتے تھے، مگر حقیقت اس کی یہ تھی کہ حفظ قرآن مجید ایک دن کا کام نہیں ہے ساری عمر اس میں لگا رہے تب تو محفوظ رہتا ہے ورنہ بہت جلد حفظ سے نکل جاتا ہے۔ (الرحیل الی الخیل، ص:۲۴)

مجاہدہ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا:

فرمایا: حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید قدس سرہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت بارہ تسبیح بتلا دیجئے، حضرت خفا ہو کر فرمانے لگے کہ واہ ساری عمر میں ایک یہی شے تو حاصل ہوئی یہی تجھے بتلا دیں، میاں جس طرح ہم کو ناک رگڑ کر ملی ہے اسی طرح تم بھی ناک رگڑو جی چاہے گا بتلا دیں گے تم چاہتے ہو مفت سفت میں دولت حاصل ہو جائے، دیکھو اگر کسی تاجر کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایسا طریقہ بتلا دو کہ دس روپے روز آجایا کریں تو وہ یہی کہے گا کہ میاں تم احمق ہو، کام کرو ہم سے اصول تجارت سیکھو ہماری خدمت کرو اور اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو، اس کے بعد تجارت کرو، دیکھو اللہ تعالیٰ برکت کرنے والے ہیں، بتدریج مالدار ہو جاؤ گے۔ (اسباب الفضائل، ص:۱۴)

بعینہ فضائل دینیہ بھی بدوں بزرگوں کی صحبت میں رہے اور مجاہدہ کیے بغیر گھر بیٹھے حاصل نہیں ہو سکتے، عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا:

قلب و جگر ہوئے ہیں خوں — مے یہ ملی نہیں ہے یوں
مے میری مفت کی نہیں — کیوں میں کسی کو مفت دوں

اس لیے ہمیں حتی المقدور بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مستفید و مستفیض ہونا چاہئے کیونکہ

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا — دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

کھانے میں اتباع سنت:

مولانا گنگوہی (قدس سرہ) فرماتے تھے کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ نے ایک بار فرمایا کہ بھائی بزرگوں نے تو ہر لقمہ اور ہر گھونٹ پر الحمدللہ کہنے کی ترغیب دی ہے اور یہی ان کا معمول بھی ہے مگر ہم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے محبت ہے کہ بس ایک بار شروع کھانے میں بسم اللہ کہہ لے اور ایک بار فراغت کے بعد **الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين** . (الصحیح المسلم کتاب الذکر والدعاء:۶۴)

(سب تعریف ہے اللہ ہی کے لئے جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور مسلمانوں میں سے کیا) کہہ لیا مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ حافظ صاحب نے یہ کیا اچھی بات فرمائی اتباع سنت اس کا نام ہے مگر ہم لوگوں نے تو محض نام ہی یاد کرلیا ہے، پس اتباع سنت اسی میں ہے کہ اس زمانہ کے متعلق جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہی کیا جائے اور اپنی طرف سے کچھ زیادتی نہ ایجاد کی جائے۔

مرنے کے بعد بھی مذاق کی عادت نہیں گئی:

ایک صاحب کشف بزرگ ان کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے، آپ شہید ہوئے تھے اس لیے آپ ان سے بھی مذاق کرنے سے باز نہ آئے، ان بزرگ نے مزارِ مقدس سے واپس آکر یہ شکایت کی کہ یہ کون بزرگ ہیں میری فاتحہ پڑھنے کے بعد کہنے لگے جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھو، یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو، لوگوں نے بتایا کہ یہ کسی مردہ کا مزار نہیں بلکہ ایک شہید کی آرام گاہ ہے۔ (ارواح ثلثہ)

طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز　　　عشق من از پس من فاتحہ خوانم باقیست

کچھ تو لحاظ کرنا چاہئے:

ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس عین دوپہر کے وقت آتا تھا جس کی وجہ سے حضرت کی نیند خراب ہوجاتی تھی مگر حضرت اپنی شرافت وخوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے تھے، ایک روز حضرت حافظ محمد ضامن کو اس کی حرکت پر بہت غصہ آیا، آپ نے اس کو سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ بیچارے درویش رات کو تو جاگتے ہیں آخر کچھ تو تجھ کو لحاظ کرنا چاہئے۔ (امثال عبرت، ص:۸۸)

ہم اس کا منہ توڑ دیں گے:

حضرت حافظ صاحب سلف صالحین کے طریقہ پر چلتے تھے کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے تھے سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج بزرگ تھے، ایک دفعہ جب آپ گنگوہ تشریف رکھتے تھے تو ایک

شخص نے ان کی دعوت کی جو لکڑ ہارا تھا آپ نے قبول فرمائی، کچھ دیر کے بعد حافظ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر مال کے والد نے بھی التجا کی، آپ نے وہ بھی قبول فرمالی، ایک شخص نے آپ سے کہا حضرت وہ پہلا ناراض ہو جائے گا، حضرت نے مکا بنا کر فرمایا ہم اس کا منہ توڑ دیں گے اور کہا کہ وہ لاوے گا کیا، پانچ چھ روٹیاں اور پیالہ بھر دال تو یہ اتنے آدمیوں کو کافی ہوگا؟ ہم اس کا لایا ہوا بھی رکھ لیں گے اور دوسرے کا لایا ہوا بھی اور پھر سب کھالیں گے، چنانچہ وہ لکڑ ہارا آیا، پانچ چھ روٹیاں جو کی لایا اور ایک لوٹے میں سیر بھر کے قریب دودھ، حافظ صاحب نے اس کو رکھ لیا اور لکڑ ہارے کو رخصت کر دیا، جب دوسرا شخص بھی کھانا لایا وہ بھی رکھ لیا، سب کو ملا کر سب نے کھایا۔ (ارواح ثلاثہ ص: ۲۰۵)

ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانہ بھون سے رام پور جا رہے تھے، جب جلال آباد پہنچے تو حافظ صاحب کو خیال آیا، اگر شاہ جمال مجذوب سے ملاقات ہو جائے تو بہت اچھا ہو، اسی وقت مجذوب صاحب ایک گلی سے نکل کر ہنستے ہوئے سامنے آ گئے اور حضرت حافظ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ (امداد المشتاق، ص: ۱۱۱)

جب حضرت حاجی صاحب خانقاہ امدادیہ میں تشریف رکھتے تھے تو ایک چنگیری میں کچھ چنے کچھ کشمش ملی جلی رکھتے تھے، صبح کے وقت حضرت مولانا شیخ محمد صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ساتھ مل کر کھاتے پیتے اور آپس میں چھینا جھپٹی ہوا کرتی تھی اور ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے پھرتے تھے، اس وقت کے مشائخ اس خانقاہ امدادیہ کو دُکان معرفت سمجھتے تھے اور ان تینوں کو اقطاب ثلاثہ مانا جاتا تھا، حضرت حاجی صاحب دہلی کے شہزادوں میں علماء بزرگ مشہور تھے مگر پیر بھائیوں سے چھینا جھپٹی کرتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ، ص: ۱۸۷)

جنات بھی کانپ اٹھتے تھے:

بعض بزرگوں کی طبیعت جمالی ہوتی ہے اور بعض کی جلالی، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب

جلالی طبیعت کے مالک تھے ان سے ہر ایک آدمی کو بات کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا، اس طرح جنات کی حالت تھی، نام سن کر کانپ اٹھتے تھے اور ان سے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے، چنانچہ حضرت حاجی صاحب کے ساتھ ایک اسی قسم کا واقعہ سہارنپور میں پیش آیا۔

سہانپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا جس کی وجہ سے وہ مکان متروک کر دیا گیا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہانپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے، رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت حاجی صاحب اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آ کر بیٹھ گیا، حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی کوئی اندر آ نہیں سکتا تھا کنڈی لگی ہوئی ہے، پھر یہ کیسے آیا، حضرت نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت میں وہ ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا ہے یعنی جن ہوں، مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا، اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کر دی، حضرت نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو توبہ کرو، حضرت نے اس سے توبہ کرائی پھر فرمایا دیکھو سامنے حضرت حافظ صاحب تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملے ہو؟ اس نے کہا کہ نہ حضور! ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں ان سے ڈر لگتا ہے۔ (امداد المشتاق، ص:۱۲۷)

ایک دوسرے کو ٹوک دیتے تھے:

یہ تینوں حضرات حضرت حافظ محمد ضامن صاحب حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولانا شیخ محمد محدث بے تکلف تھے ایک دوسرے کو بلا جھجک ٹوک دیتے تھے اور غلط ہونے پر اعتراف کر لیا کرتے تھے اور کوئی برا نہیں مانتا تھا چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی ایک غلطی پر ٹوکا اور حضرت حاجی صاحب نے اس کو تسلیم کیا۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مہمان بہت سے آ گئے، کھانا کم تھا حضرت نے

اپنا رومال بھیج دیا کہ اس سے ڈھانک دو، کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھالیا اور بچ گیا، حضرت حافظ محمد ضامن کو خبر ہوئی عرض کیا حضرت آپ کا رومال سلامت چاہیے اب تو قحط کیوں پڑے گا، حضرت شرمندہ ہوگئے اور فرمایا واقعی خطا ہوگئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا۔ (امثال عبرت، ص:۱۸۲)

مقام منصور میں:

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے جو مدارج طے فرمائے تھے اس پر حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے روشنی ڈالی تھی، ایک روز فرمایا کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میرے پیر بھائی مقام منصور میں چھ مہینے رہے، اپنے پیر مرشد کی توجہ کے سبب نعرۂ اناالحق نہیں لگایا اور کبھی کلمات شطحیات زبان پر نہیں لائے، بلکہ اسم و مسمی میں مستغرق رہتے تھے اور ذکر قلبی ولسانی دونوں ایک وقت میں فرماتے تھے، یہ اجتماع بہت مشکل ہے۔ (امدادالمشتاق، ص:۱۱۹)

فیضان کی قسمیں:

حضرت حاجی صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا، فیضان کی تین قسمیں ہیں فیضان حالی، جیسا کہ عبداللہ نومسلم حلقہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میں آیا اور گریہ شروع کردیا، حافظ صاحب نے اس کے آنسو اپنی انگلیوں میں لے کر اپنی آنکھوں کے نیچے لگائے جس سے ایک کیفیت ساری محفل پر طاری ہوگئی اور سب وجد میں آگئے، یہ فیضان حالی ہے، قسم دوم فیضان قولی کہ کوئی عارف کچھ کہے اور اس سے وہ فائدہ مرتب ہو جو سالہا سال کی عبادت میں ممکن نہ ہو قسم سوم فیضان فعلی کہ ریاء شیخ اخلاص مرید سے بہتر ہے جیسے کہ شیخ کوئی عمل اس نیت سے کرے کہ مرید بھی اس پر عمل کریں۔ (امدادالمشتاق ص۹)

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

فرمایا کہ جناب حافظ محمد ضامن صاحبؒ کسی قدر حقہ پیا کرتے تھے جس وقت حافظ صاحب کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حقے کے بارے میں کیا حالت پیش آئی فرمایا کہ اس کا ذکر آیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔ (حسن العزیز جلد۲، ص۲۲۲)